والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

مدیر مسؤل

مفتی غلام الرحمٰن

جنوری، فروری 2004ء ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

Scanned with CamScanner

آپ کی توجہ کیلئے !!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزی علاقہ خٹک چراٹ روڈ نزدچی میں پچپن کنال وسیع قطعہ اراضی پر دو ہزار طلباء کیلئے تدریسی، رہائشی اور دفتری عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے جامع مسجد (عبداللہ ابن مسعود ﷜) کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ کا اہم حصہ ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 روپے کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالی کا پاک نام لیکر اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے

کیا معلوم ؟ کہ آپ جیسے درد دین رکھنے والے بے لوث خادم دین مسلمان کی حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہو کر آخرت سنوارنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن میں اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ، باجری ریت یا عمارتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو اس اہم خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمن صاحب زیدمجدہم

مجلس ادارت

مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمن

نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

جنوری، فروری 2004ء ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۴۲۴ھ جلد ۱۰ شمارہ ۱-۲

فہرست مضامین

اداریہ	صدائے عصر	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمن	۹
مسئلہ قربانی سوالات وجوابات کی روشنی میں	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۱۵
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمن	۲۲
انفرادی زندگی میں اسلام کا تصور آزادی	شاہد اللہ جان	۲۹
حقوق انسانی	محمد رحیم حقانی	۳۲
تبصرہ کتب	مفتی ذاکر حسن نعمانی / حافظ احسان الرحمن عثمانی	۵۱

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر - صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۱۱-۰۹۱

مفتی غلام الرحمن نے وحدت پرنٹنگ پریس محیبر بازار پشاور سے چھپوا

پبلشر و دفتر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شا

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زرسالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کر

صدائے عصر

طاقت کا توازن برقرار رکھنے والا طاقت کے نرغہ میں

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہود و ہنود بلکہ ہر دشمن اسلام کے مذموم مساعی کی تکمیل کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ پاکستان کی نیوکلیئر ٹیکنالوجی اور جدید میزائل ٹیکنالوجی ہے- 2001ء میں ہندوستان کی سات لاکھ فوج کی ہزیمت اور محاذ جنگ سے نامراد واپس لوٹنا اور کارگل کے دفائی لائن میں رسوائی ایٹمی صلاحیت کی مرہون منت ہے- ورنہ معلوم نہیں کہ آج تک ہندوستان کتنے تجربوں سے گزر کر پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیتا- اگر ہندوستان پرانا موقف ونظریہ چھوڑ کر کشمیر کو متنازعہ حصہ قرار دیتا ہے یا ہندی وزیر اعظم جناب واجپائی کو اعلان لاہور سے توبہ تائب ہونے کے باوجود اعلان اسلام آباد کرنا پڑتا ہے- یا بادل نخواستہ پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم کے بیٹھنے کو گوارا کرتا ہے، تو یہ سب کچھ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کی برکت ہے- غرضیکہ دنیا کے جغرافیائی نقشہ میں پاکستان کے تشخص کا محافظ پاکستان کا ایٹم بم ہے-- جس پر دنیا کفر ناگواری کا اظہار کر کے اسلامی بم سے تعبیر ہے- شاید ان زمینی حالات کا ادراک کر کے پوری اسلامی دنیا پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو اپنا سرمایہ سمجھتی ہے- اور ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے میں غریب وامیر، عرب وعجم غرضیکہ پوری دنیا کے مسلمان کا خون اور پسینہ شامل ہے- اسلئے اسلامی دنیا کو یقیناً اس پر فخر کرنے کا حاصل ہے- لیکن افسوس، دنیا میں طاقت کے توازن برقرار رکھنے والے یہ عظیم مجاہدین جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ڈاکٹر فاروق، ڈاکٹر نذیر احمد اور کئی دوسرے نامور سائنسدان آج کل (ڈی بریفنگ) کی رسوائے زمانہ اصطلاح سے متعارف ہونے کے حوالہ سے امریکہ کے نمک حلال وکلاء طاقت کے نشہ میں مبتلا ناعاقبت اندیش حکمرانوں کے نرغے میں ہیں- اور امریکہ کو خوش کرنے کے لئے یہ کہہ رہے ہیں کہ (بعض سائنسدان انفرادی طور پر روٹی پیسے کی لالچ میں ایران کو ایٹمی ٹیکنالوجی

منتقل کرنے میں ملوث ہیں- ان کے خلاف سخت کاروائی کی جائے گی) - کچھ دنوں سے حکومتی ترجمان اور بعض ضمیر فروش میڈیا والے بھی سائنسدانوں کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں - آئے دن بے بنیاد الزامات عائد کر کے لوگوں کو بدظن کرانے کی کوشش کر رہے ہیں- لیکن عوام اتنے بے وقوف نہیں کہ وہ اس بے بنیاد پروپیگنڈے سے متاثر ہوں- بلکہ پوری قوم حکومت کے گھناؤنی جرم کا پردہ چاک کر کے صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں-- اور سائنسدانوں کے خلاف کسی الزام کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں-

پاکستان بمقابلہ ہندوستان کا موازنہ اگر اخلاقی میدان میں کیا جائے - تو منصف مزاج شخص کو یقیناً فیصلہ ہندوستان کے حق میں دینا پڑے گا- چونکہ وہاں کے ایٹمی رازدار پروفیسر عبدالکلام کو ملک کا اعلی اعزازی منصب صدارت پیش کر کے جدید ٹیکنالوجی کی حوصلہ افزائی میں وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے جبکہ ہمارے ہاں تنگ نظری اور تعصب کا ثبوت پیش کر کے ایٹمی سائنسدانوں کو پابہ زنجیر کرانے کی دھمکی دی جا رہی ہے-- یہی وجہ ہے کہ جدت کے میدان میں خواہ طب ہو، یا کمپیوٹر، ہندوستان کو دنیا میں فوقیت حاصل ہے- یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ملک ایسے ناعاقبت اندیش حکمرانوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا ہے- جو سالوں سال کی محنت پر پانی پھیر کر بار بار یوٹرن لینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے - افغان پالیسی پر یوٹرن لے کر امریکہ کو آنے کا سنہری موقعہ فراہم کیا اور افغانستان کی معصوم جانوں کے خون کی ندیاں بہانے میں فرنٹ مین کا کردار ادا کیا - کشمیر کے حوالے سے ملک کا اسی فیصد بجٹ دفائی اخراجات کے لئے مختص کر کے دو بڑی جنگیں لڑیں - اور قوم کا قیمتی سرمایہ اس کے نذر ہو گیا- لیکن آج کشمیر ہی پر یوٹرن لے کر اپنے موقف بدلنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے - مجھے خطرہ ہے کہ بار بار یوٹران والی حکومت کہیں پاکستان بننے پر بھی ندامت کا اظہار کر کے ایک دفعہ پھر اپنا ملک ہندوؤں کی جھولی میں ڈال کر مسلمانوں کے لئے علیحدہ مملکت بنوانے پر یوٹرن لیکر کام تمام کر دے-

کچھ عجیب سا تماشہ ہے کہ قومی اور ملکی غیرت سے ہٹنے کو ملک سے وفاداری قرار دیا جا رہا ہے- اور اپنے ہاتھوں سے دینی حمیت کا جنازہ دفن کیا جا رہا ہے- لیکن اس کے باوجود اس کو ملکی مفادات

حصہ قرار دیا جاتا ہے - حالانکہ ہمیں یہ احساس نہیں کہ اس خطرناک اقدام سے ہم مسلمانوں پر جدید سائنس کے دروازے بند کیے جا رہے ہیں - تحقیق و ریسرچ کے ادارے بند کیے جا رہے ہیں - اور کسی علمی میدان میں پیش قدمی کے سامنے مضبوط بند باندھ رہے ہیں - قومی ہیروں سے یوں ذلت آمیز سلوک کو دیکھ کر کوئی ماں اپنے بچے کو سائنسدان بنانے کے لئے تیار نہیں ہوگی اور نہ کوئی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قوم و ملک کا نام اونچا رکھنے کے لئے تیار ہوگا - اور یہ بھی احتمال ہے کہ چند دنوں میں امریکہ کی خوشنودی کے لئے ایک صدارتی آرڈیننس نافذ ہو جس کی رو سے آئیندہ کے لئے کسی کو سائنسی میدان میں قدم رکھنا ممنوع قرار دیا جائے - دینی مدارس کی اصلاح کے لئے فکرمند طبقہ سائنسی اداروں کی اصلاح بھی اپنا فریضہ منصبی سمجھیں - جس کا نتیجہ یہ نہ ہو کہ قوم پر ان اداروں کے دروازے بند ہو کر کسی دوسرے عبدالقدیر کی پیدائش کے مواقع کا بھی سد باب ہو جائے -

پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی کی داستان تاریخ کا ایک سنہری باب ہے - جو جناب ذوالفقار علی صاحب مرحوم سے شروع ہو کر جناب میاں نواز شریف پر کامہ بنا کر اپنے تسلسل کو باقی رکھنے کا خواہاں ہے - دونوں سابق وزراء اعظم کی نظریات یا افکار سے اختلاف کے باوجود ملک کو ایٹمی صلاحیت بنانے میں ان کا کردار قابل تحسین ہے - اسی طرح جناب ضیاء الحق مرحوم کا ملک پر گیارہ سالہ بلاشرکت غیر تخت نشینی کی ناگواری کے باوجود امریکہ کو جہاد افغانستان کے حوالہ دام زلف میں گرفتار کر کے ایٹمی صلاحیت حاصل کرنا عظیم کارنامہ ہے - اگرچہ 1998ء میں پاکستان کو ایٹمی دھماکہ نہ کرنے کے عوض پانچ بلین ڈالر اس وقت کے امریکی صدر کلنٹن نے پیش کیے - لیکن پاکستان نے ایک غیرت مند قوم ہونے کا ثبوت پیش کر کے اپنی غیرت کو نیلام نہیں کیا - اور ہندوستان کے جنونی شرکاء اقتدار کے جذبات کا سہارا لے کر ایٹمی دھماکے کیے اور دنیا میں ساتویں ایٹمی ملک ہونے کا فخر حاصل کیا - لیکن شاید موجودہ حکمران کچھ ایسے حربے بنا رہے ہیں کہ ساتوں ممالک میں ضائع کرنے والے میں اول نمبر لیکر اپنے ہاتھوں سے یہ قیمتی سرمایہ دریا برد کر دیں -

ہم پہلے بھی امریکہ کو باور کراتے رہے کہ ایٹم بم محفوظ ہاتھوں میں ہے - شاید حفاظت کا یہ تصور وہ نہ رہے جو ایٹم بم کے ساخت سے نابلد ہو کر کسی دفاعی ہتھیار کے بجائے اس کو شوپیس کے طور

پر صرف الماریوں اور میز پر سجا رکھنے پر اکتفا کریں - یوں اس کی مکمل حفاظت ہو کہ نہ کسی کو اس سے ڈر ہو اور نہ ترقی کی فکر - شاید حفاظت کا یہ انوکھا تصور موجودہ حکمرانوں کا کارنامہ ثابت ہو اور تاریخ اس کو اپنے دامن میں جگہ دے کہ دفاعی ہتھیار کے تحفظ کا تصور بدلنا ملکی مفادات میں ہے -

حکمرانوں کو یہ یقین کرنا ہوگا کہ نامور سائنسدانوں کے خلاف عوام کسی الزام سننے کے لئے تیار نہیں اور نہ کسی نام نہاد تفتیش یا فیصلہ پر قوم اعتماد کر سکتی ہے - وہ لوگ جن کا دامن کرپشن، خیانت اور ملکی وسائل لوٹنے سے سیاہ ہے - وہ سفید پوش ڈاکو جو ملکی وسائل ہڑپ کر کے بیرون ملک منتقل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے - اور ذاتی مفادات کے تحفظ کے لئے ملک و قوم کی عزت و غیرت نیلام کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے - ان کے نام نہاد تفتیش پر قوم کیا اعتماد کرے گی - ملک کے ایسے قابل فخر سپوت جنہوں نے اربوں اور کھربوں کی لالچ کو ٹھکرا کر اس غریب ملک کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس قابل بنا دیا کہ وہ دنیا میں سر اونچا کر کے قدم لے سکے - آخر کار وہ لاکھوں اور کروڑوں کے مفروضہ کے لئے کیسے ملک سے بے وفائی کر سکتے ہیں - ایٹمی راز پھیلانے کا سب سے بڑا مجرم خود امریکہ ہے جس کے ہاں اسی فیصد کمپنیاں پرائیویٹ طور پر ایٹمی ٹیکنالوجی کے حامل ہیں جو آزادانہ طور پر اپنے من پسند ممالک کو ایٹمی صلاحیت منتقل کر سکتی ہیں چنانچہ اسرائیل کو اس درجہ تک پہنچانے میں ان کمپنیوں کا ہاتھ ہے - اس لئے اس نام نہاد خیر خواہی کو ختم کر کے سائنسدانوں کے خلاف الزامات بند کرنا حکومت کا قومی اور مذہبی فریضہ ہے - ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہمارے ایٹمی سائنسدان ملک و قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں ان کی تعمیر آب و گل کی بجائے ملک و ملت کی غیرت، فکر و سوز اور خون سے ہوتی ہے - یہ صرف پاکستان کا نہیں بلکہ اسلامی دنیا کا قیمتی سرمایہ ہے -

ان کی تحقیر و تذلیل اسلامی نظریہ کو پائے مال کرنے کے مترادف ہے - اگر حکمران ان کو مز عزت افزا مقام دلانے سے عاجز اور بے بس ہوں تو کم از کم عزت کا وہ تمغہ جو قوم نے بھوک ا پیاس برداشت کر کے اپنے سائنسدانوں کے سینہ پر سجا رکھا ہے وہ نہ چھینا جائے اور چند دنوں ـ عارضی اقتدار کے لئے ملکی مفادات کو قربان نہ کیا جائے - ورنہ اس کا ردعمل ناقابل کنٹرول ہوگا - غیرت کے اس سیلاب کے سامنے سب منصوبے ریت کے ڈھیلے ثابت ہوں گے - اگرچہ اس کا پیش بان امریکہ کیوں نہ ہو - والعصر ان الانسان لفی خسر o

مفتی غلام الرحمن

والهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيمo

ترجمہ-تمہارے سب کا معبود ایک ہے-کوئی معبود نہیں سوا اس کے وہ نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے

محاسن -

کتمان حق کی مذمت کے سلسلہ میں یہ بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وہ اہم مسئلہ ہے جس کا اظہار ضروری ہے کسی موقعہ پر اس سے چشم پوشی نا قابل معافی جرم ہے-حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے-سورۃ بقرہ کے پہلے حصہ میں یہ دوسری بار دعوی توحید کا اعادہ ہے-

پہلی دفعہ ﴿یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم﴾ میں ﴿شرک فی الدعا﴾ کی نفی تھی-اور یہاں سے شرک فعلی کی نفی مقصود ہے-یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا پکارنے کالائق نہیں-ایسا ہی کرہ ارض پر کوئی دوسری ذات نذر و نیاز اور منت کا مستحق نہیں-اگر چہ الوہیت کے تصور میں عموم پائی جاتی ہے-لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاص ذوق کے مطابق سے یہاں سے آیات کی تطبیق کچھ یوں فرماتے تھے-جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن خصوصی طور پر مشرکین کی اس اعتقادی کمزوری کی خبر لے رہا ہے-تم نے غیر اللہ کے سامنے نذر و نیاز کا جو سلسلہ قائم کر کے یادتی کر رہے ہو یہ درحقیقت شیطان کی خوشنودی کا حربہ ہے-چنانچہ آگے جاکر ﴿وما اهل لغير الله﴾ کے ضمن میں اس کی حرمت بیان کر کے غیر اللہ کے نام نذر و نیاز کو نا قابل استعمال قرار دیا گیا-

اس اعتبار سے جب یہ آیت دعوی توحید کی حامل رہی تو بعد میں آنے والی آیت کی مناسبت ضح ہے-جس میں دعوی توحید پر دلائل عقلیہ کا عظیم سلسلہ چل پڑا-جس سے قدم بقدم اللہ تعالیٰ کی دانیت کا احساس ہو کر مشرکین کے بے بنیاد عقائد کی بے ثباتی واضح ہوتی ہے-چنانچہ ابن کثیر کے

حوالہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ﴿اسم اعظم﴾ دو آیات میں پنہاں ہے-

ایک یہ آیت ہے اور دوسری آیت ﴿الم الله لا اله الا هو الحی القیوم﴾ ہے-

مشرکین مکہ نے معبودان باطلہ کا ایسا سلسلہ قائم کیا ہوا تھا جس میں بے شمار معبودان کا تصور پایا جاتا تھا -اگر خانہ خدا میں تین سو پینسٹھ (۳۶۵) معبودان باطلہ کا لشکر جرار خیمہ زن رہا تو بستی بستی اور گھر گھر بھی اس سے خالی نہیں رہے بلکہ ایک گھر میں باپ بیٹے ،میاں بیوی اور ماں بیٹی کے باہمی قرب کے باوجود ایک الہ پر اتفاق ممکن نہیں رہا-چنانچہ ہر ایک کے لئے ذاتی طور پر معبود کا ہونا ضروری رہا-ایک معبود کا تمام مخلوق کی حاجت بجا آوری ان کے نزدیک نا قابل تسلیم حقیقت رہی-اس لئے جب کبھی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا نعرہ سنتے تو دور بھاگ جاتے-قرآن مجید نے معبود حقیقی کی وحدانیت کا تصور پیش کر کے تمام بے بنیاد نظریات اور عقائد کی تردید کی ،کہ تمہارے سب کا معبود ایک ہے اس کے علاوہ تمہارا کوئی دوسرا الہ نہیں وہ بے پایاں رحم کرنے والا مہربان بادشاہ ہے-

الوہیت کا جامع تصور:

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کے نزول کے وقت مشرکین مکہ کے ہاں ﴿الہ﴾ کا جو تصور پایا جاتا تھا-وہ عبادت اور پرستش کی شکل میں تھی-چونکہ مشرکین کے افکار و نظریات ایک جاہلانہ معاشرہ کی پیداوار رہی-اس لئے ان لوگوں کے ذہن کی رسائی نہایت محدود تھی-اور معلومات کا سلسلہ بہت سطحی تھا-انبیاء یا اولیاء کی مورتیاں بنا کر ان کی پرستش کرتے تھے-خودساختہ ،بے بنیاد عقائد بیان کر کے بتوں سے ساری امیدیں باندھ لیں تھیں-لیکن عیسائیت اور یہودیت میں الوہیت کا تصور علمی موشگافیوں سے یوں جڑ دیا گیا کہ دلائل اور براھن کا سہارا لینا ضروری ٹھہرا-پھر قیصر و کسری کے حوالہ اس تصور میں کچھ یوں اضافہ بھی کرنا پڑا کہ نجی ،اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں اس کا دخل ضروری سمجھا گیا-لیکن موجودہ وقت کے حوالہ سے اگر ﴿الہ﴾ کے تصور کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے-جس میں شخصیت سے لیکر نظریات کا تصور بھی شامل ہے-یعنی الوہیت کو صرف عبادت تک محدود رکھنے کی بجائے پورے نظام زندگی پر اس کو حاوی رکھا جائے-اگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ

Scanned with CamScanner

نظام حیات کو چھوڑ کر دوسرے نظام ہائے حیات کو اپنایا جائے اور اس میں اپنی کامیابی سمجھے تو یہ بھی غیر اللہ کی پرستش کی ایک ذیلی شاخ ہے- اللہ تعالی کی وحدانیت کا تصور صرف بدنی یا مالی عبادت تک محدود نہ رہے- مسلمان اس پر خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ میری ذمہ داری صرف یہاں تک محدود ہے کہ مالی یا بدنی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں- اور نظام حیات میں جو بھی ہاتھ آئے اس میں نجات سمجھے- معاشرتی یا سیاسی زندگی کو اسلام کے تعلق سے ماوراسجھے - بلکہ بحیثیت مسلمان اللہ تعالی کی الوہیت کا یہ تصور دل و دماغ میں بٹھائے کہ اسلام میری پوری زندگی کا ضامن ہے- اللہ تعالی نے جو نظام زندگی میرے لئے مقرر کیا ہے- مجھے صرف اس کو اپنانا ہے- اس کے سوا کسی دوسرے نظام کی تلاش بے وفائی کی نشانی ہے- صوفیاء کرام کے ہاں اللہ تعالی کی الوہیت کا تصور بہت عمیق ہے- جو نظام زندگی، معاشرتی یا نجی زندگی میں غیر اللہ کے پیچھے چلنے کو تو درکنار دل میں غیر اللہ کے تصور کو شرک کی ایک نوع سمجھتے ہیں- جس سے اجتناب ضروری ہے-

ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنھار – والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحیاء به الارض بعد موتھا و بث فیھا من کل دابة – وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایت لقوم یعقلون o

ترجمه -

یقیناً زمین وآسمان کی پیدائش، رات ودن کی تبدیلی، وہ کشتیاں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیکر سمندر میں رواں دواں ہیں، پانی جو اللہ تعالی نے بادل سے برسا کر مردہ زمین کی زندگی کا ذریعہ بنایا- حسن کارکردگی کی بجا آوری کے لئے زمین میں ہر قسم کی مخلوق پھیلائی- ہواؤں کی گردش اور زمین وآسمان کے درمیان لٹکائی ہوئی بادل (یہ سب) عقل رکھنے والی قوم کے لئے بڑی نشانیاں ہیں-

محاسن -

دعوی توحید پر عام فہم عقلی دلائل کا ایک حسین سلسلہ ہے- جو آٹھ نکات پر مشتمل ہے- دلائل میں کہیں زمین وآسمان کا بیان ہے، کہیں پانی اور ہوا کی اہمیت بیان ہورہی ہے اور کہیں موالید ثلاثہ یعنی نباتات

،حیوانات اور جمادات کا تذکرہ ہے جس کی تفصیل یوں ہے

(۱) زمین وآسمان کی پیدائش:

زمین وآسمان کی پیدائش میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں- قدیم اور جدید تحقیقات کی روشنی میں آج تک اس تہہ تک کوئی نہ پہنچ سکا - زمین کے بارے میں کتنی تحقیقات ہوئیں- نئی نئی چیزیں معرض وجود میں آئیں- پھر آسمان اور اس میں ستاروں اور سیاروں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے- جن تک رسائی کے لئے جدید سے جدید آلات استعمال ہورہے ہیں- اس عظمت کے باوجود پھر بھی زمین و آسمان حادث ہوکر کسی موجد کا محتاج ہیں- جو قدرت الہی کے سوا اور کیا ہے؟ اگر ایک سوئی اپنے وجود میں کسی بنانے والے کا محتاج ہے تو زمین وآسمان اور اتنے بڑے سیارے کیسے خود بخود بغیر کسی خالق کے معرض وجود میں آسکتے ہیں-

(۲) لیل ونھار کا اختلاف:-

گرمی اور سردی یا موسمی حالات سے رات و دن کی تبدیلی سے موسم، زراعت اور رہنے والوں کی بود و باش میں تغیر و تبدیلی بھی نا قابل انکار حقیقت ہے- اس لئے بے ساختہ طور پر انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اللہ تعالی کی قدرت کا سلسلہ بہت وسیع ہے-

(۳) جہاز رانی کی اہمیت:

آج کے دور میں بندرگاہ کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں- جس ملک کے پاس بندرگاہ ہو تو آلات رسد میں آسانی کی وجہ سے اس ملک کے اقتصادیات کا پہیہ متحرک رہتا ہے- تجارتی قافلوں کی آمدرات دن جاری رہتی ہے- جس سے اشیاء ضرورت کی فراوانی ہوتی ہے- اخراجات میں کمی کی وجہ سے اشیاء کی قیمت عموماً کنٹرول رہتی ہے- جس سے افراط زر کا خطرہ نہیں رہتا اور نہ ضروریات زندگی کے حصول میں کوئی رکاوٹ رہتا ہے- آج کے دور کے حوالہ سے اگر جہاز کی یہ اہمیت ہے تو قدیم دور میں کشتی کو یہی اہمیت حاصل رہی پھر دریا میں کشتی کا سفر بھی عجیب ہوتا ہے جہاں قدم بقدم اللہ

Scanned with CamScanner

تعالیٰ کے پکارنے اور اس سے مدد مانگنے کی تربیت ہوتی ہے۔ رات کے اندھیرے میں طوفان سے
کر منزل مراد تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا حسین مظہر ہے۔

(۴) بارش کی ضرورت:

آب پاشی کے جدید وسائل سامنے آنے کے باوجود بارش انسانی زندگی کی دائمی ضرورت ہے۔ زراعت اور موسم کے علاوہ خود پانی انسان کی بقاء کا اہم ذریعہ ہے۔ اور یہی ضرورت بارش سے پوری ہوتی ہے۔ بارش ہی کے ذریعہ زمین کے مختلف حصوں پر اس کے مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں کہیں زیادہ کہیں کم، کہیں اچھی زراعت اور سبزے کا اگنا اور کہیں بدبوئی کے پھیلنے کا ذریعہ ہے۔ یہ سب اس قادر مطلق کی قدرت کاملہ کی حسن کارکردگی کا نمونہ ہے۔ جو بارش کی مقدار، کمیت و کیفیت اور اثرات کا پورا علم رکھتے ہیں۔

(۵) مردہ زمین کو زندہ کرنا:۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک اہم نمونہ ہے کہ زمین اس وقت تک بے کار رہتی ہے اور زراعت کی قابل نہیں رہتی جب تک اس کو بارش کی تری نہ ملے۔ ایک بے کار زمین کو پانی سے قابل کاشت بنانا انسان کے لئے عبرت کا نمونہ ہے۔ چنانچہ یہ مشاہدہ ہے کہ بارش سے زراعت کی فراوانی ہوتی ہے اور بارش بند ہونے پر قحط سالی کا خطرہ پھیل جاتا ہے۔

(۶) زمین کو مخلوق خداوندی سے آباد کرنا:۔

زمین کی تروتازگی، سبزی کی رعنائی اور شمس و قمر کی چمک دمک میں آبادی کا خاص دخل ہے۔ اگر یہ تمام چیزیں ہوتیں لیکن انسان نہ ہوتا تو پھر بھی زمین کی خوبیوں کا ادراک مشکل رہتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حسن کو دوبالا کرنے کے لئے روئے زمین کو انسان اور دوسرے حیوانات کی پیدائش سے مالا مال کیا۔ چنانچہ بعض مخلوقات کی پیدائش میں طریقہ تولید ہی کافی ہے۔ کہ برساتی پانی سے سینکڑوں میٹرک اور مٹی سے کئی حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں اور کہیں مخلوق پھیلانے کے لئے توالد و تناسل کا طریقہ ز

استعمال ہے۔ پھر انسان یا دوسری مخلوق کی پیدائش مستقل طور پر درس عبرت کا حامل ہے۔ جس میں غور کرنے سے انسان پر نئی راہیں کھلتی ہیں۔

(۷) ہواؤں کا بدلنا:۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی ہواؤں کا بدلنا ہے۔ ایک طرف ہوا انسان کی ضرورت ہے جس کے بغیر اس کا جینا محال ہے۔ لیکن دوسری طرف یہی ہوا کبھی انسان کے لئے فتح و نصرت کی دلیل ثابت ہوتی ہے اور کہیں اقوام عالم کی ہلاکت کے فیصلے ہوا کے ذریعے کئے جاتے ہیں۔

(۸) بادلوں کا فضا میں معلق رہنا:۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کارکردگی اور عظمت کی بڑی دلیل ہے۔ جو ہزارہا پانی سے لبریز بادل کو زمین و آسمان کے درمیان فضا میں معلق رکھتے ہیں۔ یہی بادل آسانی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے لیکن جب اس سے مینہ برستا ہے تو اس سے ندیاں بھر جاتی ہیں بلکہ دریاؤں اور سمندروں میں طوفان آجاتا ہے۔ اتنی ضخامت اور ثقل کے باوجود بادلوں کو معلق رکھنا خالق کائنات کے حسن تدبیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

قرآن مجید نے ان آٹھ نکات پر غور وخوض کے لئے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور وحدانیت کا سبق لینے کے لئے عقل مندی شرط قرار دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان دلائل کا مشاہدہ کرتے ہوئے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار نہ کرے۔ اس نے عقلمندی سے کام نہیں لیا۔ اس مخلوق کے زمرہ میں یہ شمار ہوا جو عقل سے کورے ہیں۔ آیت پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سمندر میں سفر کی گنجائش ہے ۔ خاص کر علمی، تجارتی، جہادی یا حج وعمرہ کا سفر ہو ورنہ بلاضرورت دریا کے پانی سے کھیلنا مناسب نہیں۔ آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندرگاہ کی اہمیت قرآن نے اس وقت ظاہر کردی جس وقت کشتی سے اتنا کام نہیں لیا جاتا تھا جو کام آج کل جہاز سے لیا جارہا ہے۔ یہ سب کچھ قرآنی علوم کی حقانیت کی دلیل ہے۔

ومن الناس من یتخذ من دون الله اندادا یحبونهم کحب الله والذین امنوا اشد

Scanned with CamScanner

حبا للہ ولو یری الذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعاً وان ال
شدید العذاب o اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت ب
الاسباب o وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃً فنتبرا منہم کما تبروا منا کذل
یریہم اللہ اعمالہم حسرت علیہم وما ہم بخارجین من النار o

ترجمہ- (ان سبق آموز نشانیوں کے باوجود) کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دوسروں کو معبود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرح ان سے محبت رکھتے ہیں- حالانکہ ایمان والوں کا اللہ تعالیٰ محبت مثالی ہے- (یہ ازلی بدقسمت یوں کبھی نہ کرتے) بشرطیکہ یہ ظالم، عذاب الٰہی دیکھ کر یہ مشا کرلیں کہ طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ سخت عذاب دینے والا ہے (خاص کر وہ ماجرہ دیکھ لیں جب جھوٹے پیشوا اپنے پیروکاروں سے بے زاری کا اعلان کریں- عذاب الٰہی دیکھ کر تمام تعلقا کٹ جائیں تو پیروکار چیخ کر اٹھیں گے- کاش! ہمیں ایک بار دوبارہ دنیا جانے کا موقعہ نصیب ہو- ان سے یوں بے زار ہوں جیسا کہ یہ ہم سے بے زار ہوئے- یوں اللہ تعالیٰ ان کی کارکردگی اظ افسوس کے لئے ان کو دکھائیں گے لیکن ان کو کبھی جہنم سے نکلنے کی راہ نظر نہیں آئے گی-

محاسن -

چاہئے تو یہ تھا کہ ان عقلی دلائل سے سبق حاصل کر کے کوئی شخص شیطانی جھنڈا کا علمبردار نہ اس کی تمام تر توانائیاں اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے وقف ہوں- لیکن اس کے باوجود کرہ ارض پر ر ہوئے کچھ لوگ ان سے نظر چھپا کر رہتے ہیں- گویا ان آیات میں کفار اور مشرکین کے لئے بطور ز ان کے کردار کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر معبودا باطلہ سے اتنی عقیدت رکھتے ہیں- جتنی عقیدت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے- خالق کو چھوڑ کر مخلوق یوں رویہ رکھنا یقیناً قابل افسوس حرکت ہے

مومن ومشرک کی عقیدت کا موازنہ:-

اگرچہ مشرکین بزعم خود معبودان باطلہ سے عقیدت رکھنے میں اپنے آپ کو سچا ثابت کر

کی کوشش کرتے ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ ہمارے معبود سے ہمارا سلوک یوں ہونا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے لیکن یہ ان کی خوش فہمی ہے- حق وباطل کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے کہ حقانیت پر انسان مرتے دم تک ڈٹا رہتا ہے جبکہ باطل پرستی پر ثبات اور استقامت مشکل ہے- چنانچہ قرآن مشرکین کے بارے میں یہ گواہی دیتا ہے- عام حالات میں یہ لوگ اپنے معبودان باطلہ کو پکارتے تھے لیکن دریا کے موجوں کا شکار ہو کر جب ان سے ناامید ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو بڑے اخلاص سے پکارتے تھے مشرک کی یہ عقیدت ادھوری ہے- اس لئے زندگی میں کئی ایسے مواقع آتے ہیں- جن میں اس پر ناامیدی چھا جاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور عقیدت کبھی ناامیدی کا شکار نہیں ہوتی- وہ بر و بحر، رات و دن اور تکلیف وراحت میں یکساں رہتی ہے- چنانچہ قرآن نے کہہ دیا کہ پھر بھی مسلمان کی عقیدت ومحبت تک معبودان باطلہ کے پیروکاروں کی محبت نہیں پہنچ سکتی-

معبودان باطلہ سے ناامیدی کا یقینی ہونا:-

ممکن ہے کوئی شخص زندگی بھر باطل عقیدہ اور غلط نظریہ پر ثابت قدم رہے- کہیں یہ تذبذب کا شکار نہ ہو پھر موازنہ کرنے میں کیسے مسلمان کی عقیدت غالب رہ سکتی ہے- قرآن نے تخویف آخروی کی شکل میں یہ حقیقت آشکارا کر دی کہ اگر دنیا میں اس پر باطل کی بے ثباتی اور بے بنیادی ظاہر نہ ہو تو قیامت کے دن اس وقت یہ حقیقت اس پر کھل سکتی ہے- جب معبودان باطلہ اپنے پیروکاروں سے لاتعلقی ظاہر کر کے ہر قسم کے تعاون سے بے زاری ظاہر کریں گے- یہ قیامت میں اس وقت ہوگا جب باطل کے پیروکار اپنے معبودان باطلہ کے بارے میں لمبی لمبی امیدیں باندھ کر پیش ہوں گے- لیکن جب معبودان کی بے وفائی ان پر واضح ہو جائے گی تو انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہو کر یہ لوگ دنیا میں واپس ہو کر ان کو یوں اذیت میں مبتلا کرنے کی خواہش ظاہر کریں گے- لیکن جہنم میں ان کا رہنا دائمی ہو کر دنیا کی طرف لوٹنے اور انتقام کا جذبہ بے سود رہے گا- اس حسرت آمیز مشاہدہ کے بعد یقیناً مشرکین معبودان باطلہ سے وہ عقیدت نہیں رکھ سکتے ہیں- جو ایک مسلمان اپنے خالق حقیقی سے رکھتا ہے- یہ لوگ اگر ایک دفعہ اس اذیت ناک منظر کا مشاہدہ کرلیں یقیناً بے دینی سے باز آجائیں گے- اور دین

Scanned with CamScanner

کے خلاف شبانہ روز محنت سے توبہ تائب ہو کر اپنی اصلاح کے لئے فکرمند رہیں گے۔ لیکن اس حقیقت کے کھلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ضروری ہے۔ ورنہ محض علم و دانش کے توشہ سے یہ سفر جاری نہیں رہ سکتا اور نہ انسان کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کا کرم رفیق سفر نہ ہو۔

تصوف کے ارکان

تصوف چار ارکان پر مشتمل ھے

(۱) شریعت۔

(۲) طریقت۔

(۳) معرفت۔

(۴) حقیقت۔

شریعت بمنزلہ نسخہ ہے۔ طریقت اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔ معرفت اس روشنی کا نام ہے۔ جو عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حقیقت وہ چیز ہے جو معرفت کی روشنی سے نظر آتی ہے۔ اور یہی صوفیائے کرام کا عقیدہ اور عمل رہا ہے۔

مسئلہ قربانی

سوالات وجوابات کی روشنی میں

مفتی ذاکر حسن نعمانی

قربان : ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے۔ چاہے ذبیحہ ہو یا کچھ اور عیدالاضحیٰ میں چونکہ مخصوص حلال جانوروں کو ذبح کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے اس فعل کو قربانی کہتے ہیں۔ انسان کو اللہ نے مکلف پیدا کیا ہے۔ کفار اولاً توحید کے مکلف ہیں اور مسلمان توحید کے ساتھ دیگر احکامات وعبادات کے بھی مکلف ہیں۔ انسان جانی و مالی عبادت کرتا ہے۔ مال کی دو قسمیں ہیں۔ جاندار مال اور غیر جاندار مال۔ ہم نماز میں روزانہ اقرار کرتے ہیں۔ (التحیات لله والصلوة والطیبات) تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں۔ تو قربانی کے ایام میں جانور ذبح کر کے قربانی کرنا مالی عبادت ہے۔ جو چیز قرب الٰہی کا ذریعہ ہو وہ عبادت ہے۔ اس کو عبث فعل یا ظلم کہنا بے وقوفی کے علاوہ ایمان کا ضیاع ہے۔ کیونکہ حکم شرعی کا مذاق اڑانا یا انکار کرنا کفر ہے۔ جانور کی قربانی کو ظلم کہنے والے سوچیں کیا اللہ تعالیٰ عیاذاً باللہ ظالم ہے۔ اللہ تو نہ ظالم ہے اور نہ ظلام تو پھر جانور کے ذبح کا حکم دے کر کیوں ظلم کو روا رکھا۔ کیا اپنی مخلوق اور مملوک میں کسی قسم کا تصرف ظلم ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر قربانی کے ایام میں ان مخصوص جانوروں کو ذبح کرنا ظلم ہے تو دیگر ایام میں ان کا ذبح ظلم کیوں نہیں؟ فرق صرف یہ ہوگا کہ قربانی کے ایام میں بڑا ظلم ہوگا اور دیگر ایام میں کم ظلم ہوگا۔ دیگر ایام میں روزانہ ان حلال جانوروں کو بے شمار تعداد میں ذبح کر کے کھا رہے ہیں۔ اگر یہ ظلم نہیں تو قربانی کے جانوروں کا ذبح بھی ظلم نہیں۔

اللہ تعالیٰ تو رحمٰن ورحیم ہے۔ وہ ہر مخلوق پر مہربان ہے۔ حکم ہے زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ حلال جانور کے ذبح کا حکم ظلم نہیں۔ بلکہ اس کا فطری قانون ہے کہ ہر ادنیٰ اپنے سے اعلیٰ کے لئے جان دے رہا ہے۔ کائنات میں سب سے اشرف انسان ہے۔ اس کے لئے کائنات

کی ہر چیز قربانی دے رہی ہے- اگر ہر ادنی اعلی کے لئے قربانی نہ دے تو اعلی کا بقاء مشکل ہو جائے گا-
اگر زمین چیر پھاڑ کی قربانی نہ دے تو غلہ کیسے اگے گا- اگر غلہ پسنے کی قربانی نہ دے تو آٹا وغیرہ کیسے پیدا
ہوگا- اگر آٹا آگ اور توے سے روگردانی کرے تو روٹی کیسے تیار ہوگی- اگر روٹی دانتوں کی چکیوں
میں پسنے کے لئے تیار نہ ہو تو انسان میں قوت کہاں سے آئے گی- غرض نسل انسان کی بقاء اس میں
مضمر ہے کہ کائنات کی ہر شیء بمع حلال جانور کے انسان کے لئے قربانی دے- اگر انسان اللہ کے
احکامات بجانہ لائے اور شہادت کے لئے تیار نہ ہو تو دین کیسے باقی رہے گا- اشرف انسان اشرف
دین کے لئے جان کی قربانی دیتا ہے- اور اپنے خالق و مالک کے نام پر مرمٹتا ہے- تو دنیا میں اللہ کے
نام کی بقا اور بول بالا کا ذریعہ بنتا ہے- اللہ اپنی مخلوق اور خاص کر اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے
- اپنے بندے کے ساتھ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے- لیکن پھر بھی اپنے اس محبوب بندے کو حکم
دیتا ہے کہ میرے دین کی خاطر شہید بن کر جان کا نذرانہ دے- کیا اللہ کے اس حکم شہادت کو کوئی ظلم کہہ
سکتا ہے- ہر گز نہیں بلکہ یہ اس کا فطری قانون ہے کہ باوجود رحمان و رحیم ہونے کے ہر ادنی کو اعلی پر
قربان کر رہا ہے- تو اللہ جب اشرف انسان کو اعلی دین کی خاطر قربان کر دیں تو یہ بھی صحیح ہے- جس
میں قانون قدرت کے علاوہ اللہ کی رضا بھی موجود ہے- کفار بھی تو اپنے وطنوں کی خاطر اپنی جانوں
کے نذرانے پیش کر رہے ہیں- ملک کی خاطر جان دینے والے سپاہی کے تابوت کو سلامی دیتے ہیں-
کتنے جانور ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں- دنیا والوں نے ان کو ایک دوسرے کے ظلم سے بچانے کے
لئے کیا پروگرام بنا رکھا ہے- اگر کوئی کہے کہ وہ تو ناسمجھ مخلوق ہے تو عرض ہے کہ ان کے ایک دوسرے کو
کھانے کی وجہ سے انسان کو نقصان اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے- کیونکہ ہر جانور میں انسان کا
ضرور کوئی طبی، غذائی یا کوئی اور مخفی و ظاہری فائدہ موجود ہے- اگر کوئی کہے کہ ایسا مشکل ہے تو پھر
جانوروں پر رحم کھانے کی رٹ لگانا چھوڑ دو- اپنی انسانی ضرورت کے لئے بعض اوقات اپنی قیمتی شی
قربان کر دی جاتی ہے- مثلاً پیشاب بند ہو جائے تو پیشاب جاری کرنے کے لئے ساری جمع پونجی
لٹانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں- مہمان کو خوش کرنے کے لئے اپنا قیمتی جانور ذبح کر دیتے ہیں- کبھی
غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے کسی قیمتی جانور کو ذبح کر دیتے ہیں- لیکن ان افعال کو کوئی بھی زیادتی اور

ظلم نہیں کہتا- لیکن اللہ جب انسان سے اپنے دیے ہوئے مال کی قربانی چاہے تو عیاذاً باللہ ظلم اور
خلاف رحم بن جاتا ہے- ان جانوروں کے ہمدرد کھال اور ہڈی سے بننے والی تمام مصنوعات کا
بائیکاٹ کیوں نہیں کرتے- جوتے، بوٹ، بیگ اور بریف کیس وغیرہ تو خوب استعمال کرتے ہیں-
ان جانوروں کا گوشت کھانا کیوں نہیں چھوڑتے- کونسا وہ برا کھانا ہے جس میں گوشت نہ ہو- اور وہ
گوشت کے بغیر مکمل کھانا ہو- اور گوشت کے بغیر کسی کی ضیافت ہو سکے- جانوروں کے ہمدرد ان
جانوروں کے گوشت کو مزے لے لیکر کھا رہے ہیں-

گوشت کی کمی کا اعتراض بھی صحیح نہیں کہ قربانی کے ایام میں لاکھوں جانوروں کے کٹنے کے
ساتھ گوشت کی کمی ہو جائے گی- قربانی کے ایام کے علاوہ روزانہ ذبح ہونے والے جانوروں کی تعداد
بھی کچھ کم نہیں- بڑے جانور کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوتے ہیں- قربانی کے ایام میں معمول
کے مطابق جانوروں کا ذبح بند ہو جاتا ہے- اس کے بعد پھر روزانہ لاکھوں جانور ذبح ہوتے ہیں-
لیکن کسی نے کسی جگہ ان حلال جانوروں کی کمی محسوس نہیں کی- جانور اور گوشت کی قلت کا واویلا ایک
تخیلاتی خوف ہے- جس چیز کی جیسی ضرورت پڑتی ہے- اللہ مہیا کرتے ہیں- (انا کل شی
خلقناه بقدر) ہم نے ہر چیز کو ایک خاص مقدار میں پیدا کیا ہے- لوگوں کی تعداد بڑھ گئی- اللہ نے
فارمی مرغیاں پیدا کر دیں- اور ان کی نشوونما کی قوت بھی تیز کر دی- چند دنوں میں مرغی قابل استعمال
ہو جاتی ہے- ان کے انڈے خراب نہیں ہوتے- بازار میں اشیاء خوردنی کی کمی نہیں- کمی صرف جیب
کی رقم کی کمی ہے- اس کی وجہ فطری معاشی اونچ نیچ کے علاوہ مصنوعی معاشی بے انصافیاں ہیں۔ یہ بھی
کہا جاتا ہے کہ اس میں بے شمار لوگوں کی معیشت اور روزگار چھپا ہوا ہے۔ قربانی کے ایام قریب ہونے
لگتے ہیں تو خرید و فروخت کا زبردست کاروبار شروع ہوتا ہے۔ جانوروں کا گوشت ان ایام میں ایسے
افراد خوب سیر ہو کر کھاتے ہیں جن کو پورا سال گوشت کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ انسان تو گوشت خور ہے
جن جانور کے کچلی کے دانت ہیں وہ ضرور گوشت کھائے گا۔ مثلاً شیر، چیتا، کتا، انسان کے بھی کچلی
کے دانت ہیں۔ اور فطرتاً گوشت اس کی مرغوب غذا ہے۔ ان غریب لوگوں سے پوچھو کہ قربانی کا عمل
کہیں جانور کا ضیاع تو نہیں وہ یہی کہے گا۔ کہ خود تو ہر روز مزے کے ساتھ کھاتے ہیں۔ اور ہمیں اللہ

Scanned with CamScanner

کیا یہ ظلم کم ہے کہ معاشی بے انصافیوں نے ایک موقع مہیا کیا وہ بھی بند کردو۔ تو ہم تو مرجائیں گے۔ کیا یہ ظلم کم ہے کہ معاشی بے انصافیوں کے زد میں پڑے ہوئے ہیں۔ غریب آدمی اور مالدار قربانی کے گوشت کو کئی کئی ماہ تک ذخیرہ بھی کرتا ہے۔ یہ بچت بھی ہے اور معیشت بھی۔ کئی قصاب ان دنوں میں لوگوں کے قربانی کے جانور ذبح کرکے کافی پیسہ کماتے ہیں۔ کھالوں کا کاروبار شروع ہوجاتا ہے۔ ایک ایک کھال کئی مرتبہ خرید وفروخت کے عمل سے گزرتی ہے۔ ان تمام افراد کو نفع ہوتا ہے۔ تمام رفاہی اداروں کو کھالوں کی بہت زیادہ آمدن ہاتھ لگتی ہے۔ بڑے بڑے ہسپتال اور مدارس کھالوں کی آمدنی سے چلتے ہیں۔ ڈائسن اور سوزوکی والوں کو بھی کمائی کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ کھالوں کو جمع کرکے دوائیاں لگائی جاتی ہیں۔ اس میں کافی لوگ پیسہ کماتے ہیں۔ بڑے بڑے ٹرک لوڈ کرکے کھالیں ملوں تک پہنچاتے ہیں۔ ان کی بھی کمائی ہوتی ہے اور پھر چرم پکانے والے اور مل مالکان اور ملوں میں کام کرنے والے کتنے افراد ہیں، جن کو تنخواہ ملتی ہیں۔ اسی طرح جانوروں کی ہڈیوں سے جو مصنوعات بنانے والے ہیں۔ ان کا فائدہ ہے۔ جانوروں کی آنتوں کا الگ مستقل کاروبار ہے۔ آنتوں سے چربی دور کرکے خشک کرتے ہیں، خدا جانے آگے کیا کرتے ہیں لیکن ایک وسیع اور قیمتی کاروبار ہے اگر قربانی کا اور ذبح کا عمل بند ہو جائے تو مذکورہ لوگوں کی معیشت کو یکدم زبردست دھچکا لگے۔

پوری دنیا کے اندر چمڑے اور ہڈی کی مصنوعات کی صنعتیں بیٹھ جائیں گی۔ ان صنعتوں میں معکوس انقلاب آجائے گا۔ ایک اعتراض بطور مشورہ کیا جاتا ہے کہ جس رقم سے جانور خریدے جاتے ہیں اس رقم سے غرباء کی امداد کی جائے تو بہتر ہوگا۔ نیز ایک مشورہ حکیم سعید مرحوم کی طرف سے آیا تھا کہ قربانی کی رقم سے ملک کا قرضہ اتارا جائے۔ سوال یہ ہے کیا غریب کو گوشت کھلانا اس کی مدد نہیں؟ جن لوگوں کو قربانی کی وجہ سے روزگار ملا۔ کیا یہ معیشت کی مضبوطی کے علاوہ کسی کا تعاون نہیں؟ قربانی کا عمل مذکورہ وجوہ کی بناپر زبردست تعاون ہے۔ کیا غریب کے تعاون کا اور راستہ نہیں جس کے لیے ایک واجب عمل کو ختم کیا جائے۔ کیا ایک شرعی عمل کو ختم کرکے دوسرے شرعی احکامات جاری کرنے شارع کا منصب سنبھالنا نہیں؟ غریب پروری تو دین داری ہے۔ لیکن یہ کیسی دینداری ہے کہ شرعی حکم کو ٹالا جارہا ہے۔ مقروض ملک کا قرضہ کیا قربانی کی رقم کے ساتھ اتر سکتا ہے؟ یا قربانی کی رقم صاحب

اختیار لوگ پھر ہڑپ کر جائیں گے۔ قرض اتارو ملک سنوارو والی رقم کہاں چلی گئی۔ کیا قربانی والی رقم ملک کے بااختیار مگرمچھوں کے لیے ایک اضافی آمدنی کا ذریعہ نہ ہوگا؟ جن لوگوں نے ملک کو مقروض بنایا ہے ان کی کھالوں سے یہ رقم کیوں نہیں نکالی جاتی۔ اس کے لیے الگ چندہ کیوں نہیں کیا جاتا جنہوں نے مال اڑایا ہے ان کے اثاثوں سے یہ رقم کیوں ادا نہیں کی جاتی۔ اگر اس طرح ایک ایک حکم کو تبدیل کرتے جائیں تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ کیا ہمارا مذہب اسلام عقلی اختراع ہے جس میں اپنی عقل سے پیوند لگائے جارہے ہیں۔ حضورؐ بھی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں فرماتے۔ بلکہ وحی کی بات کرتے تھے۔ دینی احکامات میں اگر اسطرح کے مشورہ شروع ہوگئے تو وہ دین اسلام نہیں ہوگا۔ وہ من چاہی اور سب چاہی کھچڑی ولا برائے نام دین ہوگا۔

سوال: ۔انسان جب گوشت خور ہے تو آدم خور کیوں نہیں بنتا۔

جواب: ۔جانوروں میں بھی غالباً ایسا نہیں کہ جنس اپنی جنس کو کھائے۔ کوئی جانور ایسا کرتا بھی تو اس کی فطرت بگڑی ہوئی ہوگی۔ ایک جنس دوسرے جنس کو غذا بناتا ہے۔ انسان تو ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار ہیں۔ اگر ایک دوسرے کو کھانا شروع کردیں تو یہ انسانیت نہیں بلکہ درندگی ہوگی۔ جانوروں میں تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جانور دوسرے جانور کو زبردستی قابو کرکے کھالے۔ لیکن انسان اگر کسی انسان کو قابو کرنا چاہے تو چال چلے گا۔ ایک دوسرے کو قابو کرنا مشکل ہے۔ اسلئے کہ ہر انسان عقل دراک رکھتا ہے۔ جو ایک دوسرے کا دشمن بن جائے گا۔ ایک کو ذبح کرکے کھالینا تو مذبوح کے قریبی رشتہ دار دوسرے کے پورے خاندان کو کھا جائیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت ہی مختصر عرصہ میں سب انسان ختم ہوجائیں گے اور صرف جانور باقی رہ جائیں گے پھر شاید خلافت ارضی ان کو مل جائے۔

علاوہ ازیں ہر انسان دوسرے کا زبردست محتاج ہے یہ عقل مندی نہیں کہ آدمی محتاج الیہ کو کھا جائے یا ختم کردے۔ آدمی پیسہ کا محتاج ہے تو اپنی پونجی کو دریا میں نہیں پھینکتا۔ یا یکدم ایک ہی وقت میں نہیں کھاتا۔ جوتے کا محتاج اس کو پھینکتا نہیں۔ کپڑے کا محتاج ہے تو ان کو پھاڑتا نہیں۔ اگر ایک آدمی ڈاکٹر کو کھا جائے۔ تو علاج کون کرے گا۔ اگر استاد کو کھا جائے تو کون پڑھائے گا اگر مزدور

کو کھا جائے تو کام کون کرے گا۔ الحاصل جینے کے لئے آدم خوری کا طریقہ خود اسی کو کھا جائے گا۔ علاوہ ازیں ایک دوسرے پر بے شمار حقوق ہیں۔ وہ دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ عورت بیوہ بن جائے گی۔ بچے یتیم ہو جائیں گے۔ غرض ایک زبردست افراتفری کا عالم ہوگا۔

سوال:۔ بڑے جانور قربانی کیلئے کیوں معین ہیں؟

جواب:۔ شریعت میں ہر جانور کی قربانی جائز نہیں بلکہ گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بھیڑ، دنبہ، بکری اور بکرا اور اونٹ ان کی بھی اتنی عمر ہونی چاہیئے کہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ جائیں۔ معیشت میں فطری اونچ نیچ موجود ہے جس کی وجہ سے ہر شخص قربانی نہیں کرتا بلکہ صاحب استطاعت کرتا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ کے مالدار اور غریب لوگوں میں ہمدردی اور مواسات کا جذبہ برقرار رہتا ہے۔ ثواب بھی ملتا ہے اگر قربانی میں ہر چھوٹا بڑا جانور قابل ذبح ہوتا تو ہر ایک پر قربانی واجب ہو جاتی مثلاً مرغی یا چھوٹا چوزہ ذبح کرنا جائز ہوتا۔ تو ہر ایک ذبح کرتا۔ آپس کی ہمدردی اور مواسات جیسے اچھے جذبات باقی نہ رہتے۔ اگر صرف مالداروں پر ہر جانور کا ذبح جائز ہوتا تو ممکن ہے جو ہر ایک ایک چھوٹا چوزہ ذبح کر دیتا۔ نہ خود اسکے لئے کافی ہوتا نہ رشتہ داروں اور غریبوں کے لئے۔ خود ایک نوالہ کر کے ہڑپ کر جاتا اور نہ اتنا چھوٹے چوزے کو ذبح کرنا کوئی قربانی ہے۔ مرغی اور چوزہ تو انسان کا روزمرہ کا معمول ہے۔ پھر اسکو قربانی کہنا قربانی کے نام کے ساتھ مذاق ہوتا۔ اسی طرح مرغی وغیرہ کی نہ کھال ایسا ہے کہ کسی کے کام آئے نہ ہڈی۔ جبکہ بڑے جانوروں کی قربانی کے ساتھ واقعی مالی قربانی ہوتی ہے۔ انسان محسوس کرتا ہے کہ واقعی جیب پر اثر پڑا ہے۔ گوشت کے تین حصے کرنا آسان ہوتا ہے خود بھی خوب کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ بڑے جانور کی کھال اور ہڈی بھی کارآمد ہوتی ہے۔ جس کے فوائد ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ بڑے جانوروں کی قربانی سے ہندوؤں کے عقیدہ کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ گائے کشی کے خلاف ہیں۔ اگر ہر چھوٹے بڑے جانور کی قربانی جائز ہوتی تو پھر لوگ ہندوؤں کے عقیدہ کی خاطر گائے کشی سے پرہیز کرتے۔ جسمیں ان کے عقیدہ کی رعایت ہوتی۔ ویسے اگر کوئی گائے کی جگہ بکری ذبح کرے۔ قربانی بھی ہو جائے اور نہ اس مسلمان کے عقیدہ میں

کوئی خرابی پیدا ہوئی۔ اگر کوئی مسلمان گائے کی جگہ بکری ذبح کرے اور نسبت یہ ہو کہ ہندوؤں کے ساتھ بگاڑ بھی نہ آئے گا تو یہ ان کے غلط عقیدہ کا احترام اور رعایت ہے جو صحیح نہیں۔

قربانی کا فائدہ :۔ مسلمان کی پوری زندگی جان، مال اور وقت کی قربانی سے عبارت ہے ہر سال قربانی کرنا جان کی قربانی یعنی جذبہ شہادت کو برقرار رکھتا ہے۔ انسان بے جان مال کی قربانی دیتا ہے زکوٰۃ کی شکل میں۔ اور جان دار مال کی قربانی دیتا ہے حلال اور مخصوص جانوروں کی ذبح کی شکل میں۔ حدیث میں آتا ہے۔ (سمنوا ضحایاکم) یعنی قربانی کے جانوروں کو فربہ کرو۔ خوب کھلانے پلانے سے جانور ہٹا کٹا اور خوب صورت بن جاتا ہے۔ اس دوران مالک کی جانور کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر حکم ملتا ہے کہ اس محبت والے جانور کو اب ذبح کر دو، اس طرح جب ہر سال یہ عمل دہراتا ہے۔ تو اس کے اندر محبوب جانوروں کی قربانی کا جذبہ خوب جم جاتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ دین کے لئے اب اپنی محبوب جان بھی قربان کر۔ اسلئے کہ قربانی تو محبوب انسان کی جانی قربانی کے عوض آئی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جان کے عوض جنت سے دنبہ آیا۔ پھر بہتر ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے اپنے محبوب جانور کو ذبح کرے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک وقت آئیگا کہ اللہ کے دین کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ بخوشی شہادت کی شکل میں پیش کرو۔ ہر سال کی قربانی گویا سالانہ اقرار ہے کہ جب بھی دین کے لئے کسی قسم کی قربانی کی ضرورت پیش آئے گی تو بندہ حاضر ہے۔ غریب آدمی بھی ہر سال یہ نظارہ دیکھتا ہے کہ لوگ کتنے خوب صورت اور پیارے جانوروں کو ہر سال شرعی حکم سمجھ کر قربان کرتے ہیں تو ان کے اندر بھی یہ جذبہ موجیں مارنے لگتا ہے۔

ھنڈی بھیجنے کا معاوضہ لینا

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں-
کہ بسا اوقات افغانستان سے ایک شخص کو پشاور میں رقم کی ضرورت ہوتی ہے وہ کسی صراف کے پاس جا کر ایک لاکھ روپے حوالہ کرتا ہے۔ صراف پشاور میں اس شخص کو اپنے کسی نمائندہ کے ذریعہ ایک لاکھ روپے کی ادائیگی کرتا ہے- لیکن یہ صراف اس محنت کے عوض اس سے پانچ سو روپے ایک لاکھ پر حق الخذمت کے طور پر وصول کرتا ہے- کیا اس شخص کے لئے اس زائد رقم کی وصولی جائز ہے یا نہیں؟
نیز بسا اوقات اس شخص کو کاروباری تعلقات یا کسی رشتہ داری کی وجہ سے قرض حسنہ کے طور پر ایک لاکھ روپے پشاور میں ادائیگی کرتا ہے لیکن اس میں بھی صراف پانچ صد روپے وصول کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ کیا قرض کی صورت میں اس زائد رقم کی وصولی ربوا کے حکم میں ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

مولانا محمد موسی حقانی

الجواب وباالله التوفیق

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ رقم کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ایک تکلیف دہ کام ہوتا ہے- اس میں ڈاکہ، چوری، خیانت اور کئی دوسرے ایسے مراحل پیش آ سکتے ہیں، جن سے بچ کر نکلنا چھوٹی سر کرنے کے مترادف ہے لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ دنیا کی آبادی ذرائع آمد ورفت اور وسائل کی فراہمی کی وجہ سے ایک شہر کی مانند ہو کر دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے

تک آنا جانا روزمرہ کی ضرورت سے کم نہیں- یوں شہروں کے باہمی معاملات کی طرح ممالک کے درمیان کاروبار کا وسیع سلسلہ قائم ہے- جسکے لئے ایک ملک سے افراد کا دوسرے ممالک تک آنا جانا ہوتا ہے- ایسی صورت میں پیسہ کے لین دین کے لئے مختلف ادارے فعال ہوتے ہیں جو اعتماد اور دیانت داری سے پیسہ پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ یہ ایک مستقل کاروبار کی شکل اختیار کر چکا ہے- جو ماہرین کی خدمات لیکر بین الاقوامی مارکیٹ پر نظر رکھتے ہوئے ایک ملک سے دوسرے ملک تک رقوم کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں-

ایسے حالات میں اگر یہ ادارہ یا شخص یہ ذمہ داری قبول کر کے مالک سے اپنی خدمت کا معاوضہ طلب کرے تو بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں- اس لئے بنک یا پرائیویٹ ادارہ رقم کی ترسیل اور مقررہ شخص کو اعتماد سے پہنچانے کی جو ذمہ داری قبول کرتا ہے اس کے عوض میں مخصوص رقم کا لینا جائز ہے- جبکہ یہ بھی واضح ہے کہ متعلقہ ادارے ایسے کاروبار میں بسا اوقات مالی بوجھ کے اخراجات بھی برداشت کرتے رہتے ہیں-

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی منظور نظر رہے کہ ان شخصیات اور اداروں کا یہ کاروبار ملکی قوانین کے تحت ہو جس کے لئے باقاعدہ حکومت نے اجازت دی ہو یا اس سے مفاد عامہ پر کوئی زد نہیں پڑتا ہے- اور نہ اس سے کسی ملک میں اقتصادی بحران پیدا ہوتا ہے تو پھر ان اداروں اور شخصیات کا کاروبار جائز ہے- خاص کر وہاں اس کی حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہے-- جس سے مسافروں کی مشکلات قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے دور ہوں- البتہ جہاں کہیں ایسے غیر قانونی کاروبار سے اقتصادی بحران پیدا ہو یا کسی ملک کے مقرر کردہ اہداف متاثر ہوں- پھر بھی بعض لوگ غیر قانونی ذرائع اختیار کر کے جان بچاتے ہوں- ملکی مفادات کو شخصی مفادات کے مقابلے میں داؤ پر لگاتے ہوں تو پھر ایسے غیر قانونی کاروبار سے جان بچانا مسلمان کی اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری ہے-

قرض رقم کی بیان کردہ صورت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پانچ سو روپے حق الخذمت کی وصولی قرض پر اضافہ نہیں- بلکہ ترسیل کی ذمہ داری کا معاوضہ ہے جو قرض یا نقد دونوں صورتوں میں یہ شخص لے سکتا ہے- اس لئے اس کے لینے میں بھی کوئی حرج نہیں- گویا مؤخر الذکر صورت میں صراف

... شخص کو ایک لاکھ روپے بطور قرض دینے کا ... اس
... تو یہ ایک کام ... ہے - اول الذکر خدمت کا کوئی معاوضہ صرف وصول نہیں
... مقررہ مقام تک اس رقم کی ترسیل ہے ...
کرتا ہے کہ مقررہ مدت میں اس سے اپنی رقم وصول کرے جبکہ ترسیل کے عوض وہ مالی طور پر ...
وصول کرتا ہے - جس کا لینا اس کے لئے جائز ہے -

آیت غلط پڑھنے سے نماز کا فساد

سوال - ایک حافظ سورۃ بینہ پڑھتے وقت ﴿ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا﴾ کے بعد ﴿اولئك هم خیر البریه﴾ پڑھے کیا اس سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا

محمد سعید راولپنڈی

الجواب وبالله التوفیق

اگر کہیں ایک آیت کے ضمن میں کسی دوسری آیت کے حصہ پڑھنے سے معنوی تبدیلی رونما ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی - صورت مسئولہ میں چونکہ کفار کے بارے میں دوسری آیت کا وہ حصہ پڑھا گیا جو مومنوں کے بارے میں ہے - اس لئے تغیر معنی کی وجہ سے یوں غلطی مفسد نماز ہے - شیخ عالم بن (م۷۸۹ھ) فرماتے ہیں

قرأ ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم ﴾او قرأ ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئك هم شر البریة ﴾ تفسد صلوته وهو الاصح (الفتاوی التاتارخانیه ج ۱/ ٤٨٤)

... ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم یا ان الذین امنوا ... الصلحت اولك هم شر البرية پڑھے تو اس سے نماز فاسد ہوں گی -

... کو دیکھ کر سمجھنا

سوال - عموماً مساجد کی دیواروں پر تحریر پائی جاتی ہے - جس پر نمازی کی نظر پڑ کر مفہوم ذہن میں بیٹھ جاتا ہے یا گھڑی پر نظر پڑ کر وقت سمجھا جاتا ہے کیا اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

محمد سعید راولپنڈی

الجواب وبالله التوفیق

آج کل اکثر مساجد کی دیواریں آیات، احادیث اور زرین اقوال سے بھری رہتی ہیں - جن پر نمازی کی نظر بے اختیاری سے پڑتی ہے - اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ قبلہ کی جانب دیواروں پر کچھ نہ لکھا جائے تا کہ نمازی کی توجہ متاثر ہونے کا ذریعہ نہ بنے لیکن بایں ہمہ غیر اختیاری طور پر یوں نظر سے تحریر کا مقصد ذہن میں بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی - تاہم باقاعدہ قصد کر کے تحریر پڑھنا اور اسکو سمجھنے کی کوشش کرنا بعض فقہاء کے نزدیک مفسد نماز ہے - جیسا کہ شیخ عالم بن علاء (م۷۸۹ھ) فرماتے ہیں -

وان نظر لی شی مکتوب وفهم مافیه ان نظر غیر مستفهم ولکنه فهم لاتفسدصلوته وفی الولوالجیة با اور جماع — وان نظر مستفهما فهم تفسد صلوته عند لحمد" وبه اخذا شیخ الفقیه ابواللیث ولاتفسد عند ابی یوسف"
(الفتاوی التاتارخانیه ج ۱/ ٥٨٤)

ترجمہ - اگر کسی تحریر کو دیکھ کر بغیر کسی قصد و ارادہ کے سمجھ گیا تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوئی لیکن جہاں سمجھنے کے لئے دیکھے اور سمجھے تو امام محمد کے نزدیک مفسد صلوۃ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نہیں -

Scanned with CamScanner

انفرادی زندگی میں اسلام کا تصور آزادی

شاہداللہ جان
موقوف علیہ

اسلام معاشرہ کی تشکیل کے لیے قبائلی کثرت کی بجائے اقتصادی وحدت پر زور دیتا ہے۔رنگ ونسل کا امتیاز روانہیں رکھتا۔سارے مسلمانوں کو مساویانہ حقوق دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے (انما المومنون اخوۃ) ترجمہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں دوسری جگہ ارشاد ہے (یا ایھاالناس انا خلقنا کم من ذکروانثی و جعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرم عند اللہ اتقکم)

ترجمہ اے لوگو! بے شک تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تم کو مختلف قبائل اور قوموں میں تقسیم کیا- بے شک تم میں سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جب تم میں زیادہ تقوی دار ہو۔انسان کیلئے ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا کہ بہتری اور اعلیٰ مراتب کا معیار صرف تقویٰ ہے ۔رنگ ونسل ، برادریوں ،خاندانوں اور مادہ پرستی کے ساری چیزوں کو اسلام ترجیح نہیں دیتا- عام معاشرے میں رہتے ہوئے انسان کو زندگی محفوظ طریقے سے گزارنے کیلئے جو قواعد وضوابط اور قوانین اسلام نے وضع کیئے ہیں وہ تعلق ازدواج ،عدل وانصاف ،رواداری ،اخلاق وعظمت کی محافظت ،باہمی محبت ومودت مقاصد نکاح کا حصول ،نجات اخروی ،مصلحت عامہ ،اور انسانی فطرت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں- دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام افراط وتفریط سے بالکل پاک ہے۔اسلام میں سارے مسلمانوں کو چاہے مرد ہوں یا عورت بوڑھے ہوں یا جوان ہوں ،ہر ایک کیلئے جداگانہ تشخص اور علیحدہ حقوق ہیں معاشرے کے اندر رہنے کا ڈھنگ عادات طور طریقے ،انفرادی واجتماعی زندگی میں انسان کے مختلف کردار ہیں- جس میں ہر ایک کیلئے اسلام نے علیحدہ راہ بتلائی ہے ۔اجتماعیت سے ہٹ کر انفرادی اعتبار سے مرد ہو یا عورت اسلام نے ان کو کتنے حقوق اور کتنی آزادی دی ہے، کتنے قوانین،قواعد ضوابط اور کتنے ہی اخلاقیات ایسے ہیں ،جو انفرادی لحاظ سے مسلمان پر عائد ہوتے ہیں ۔اور کتنے

چیزوں میں اسلام نے انکو تحفظ دیا ہے آیئے اس کا ایک منصانہ تجزیہ کرتے ہیں۔

تحفظ جان :۔ انفرادی زندگی میں معاشرے کے اندر پرامن زندگی گزارنے کے لئے اسلام نے انسانوں کو جتنا امن دیا ہے ۔ جتنا تحفظ فراہم کیا ہے اس کا تصور دوسرے مذاہب میں مفقود ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (انہ من قتل نفساً بغیر نفس اوفساد فی الارض فکا نما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکا نما احیا الناس جمیعاً) ترجمہ جس نے کسی انسان کو قتل کیا بغیر قتل نفس یا فساد پھیلانے کے تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کیا اور جس نے انسان کو زندہ کیا گویا اس نے سارے انسانوں کو زندہ کیا دوسری جگہ ارشاد ہے (و لا تقتلو النفس التی حرم اللہ الا باحق) ترجمہ قتل نفس کا ارتقاب نہ کرو جس کو اللہ نے حرام کیا ہاں مگر حق کے ساتھ (قصاص) وغیرہ)،ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ معاشرتی زندگی میں اسلام انسان کو کتنی ضمانت فراہم کرتا ہے اسلام نے قصاص کا قانون وضع کر کے تحفظ نفس کا عجیب قاعدہ وضع کیا ہے۔

تحفظ ملکیت : ۔اسلام نے انسان کو ملکیت کا حق تفویض کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا تحفظ بھی دیا ہے اسلام سب سے پہلے انسان کی ملکیت کا حق تسلیم کرتا ہے اور اس میں استعمال ونصرت کا حق ،مزید کاروبار کرنے اس سے مزید نفع کمانے کی اس کو اجازت دی ،اسی طرح اس کے ملکیت کو تحفظ دینے کیلئے حد سرقہ ،غصب ،ضمان اور مختلف تعزیری قوانین کا اجراء کر کے اس کے مال کو فی الامکان محفوظ بنایا حضورؐ کا ارشاد ہے ”جو شخص اپنے مال کے حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہو گیا“ ان تمام حقوق میں اسلام نے مساویانہ رویہ اختیار کیا اور مرد وعورت کو یکساں حقوق دے دیئے۔

تحفظ عزت و آبرو :۔انسان مدنی الطبع ہے- زندگی گزارنے کے لئے اسکو دوسرے انسانوں کے ساتھ ساتھ رہنا ہوتا ہے۔معاشرتی زندگی میں رہن سہن اور بدوباش کے جو طریقے اسلام نے وضع کیئے ہیں اس میں انسان کے عزت نفس کا پورا لحاظ کیا گیا ہے- توہین عزت، آبروریزی اور دوسرے قبائح کے لئے اسلام نے تعزیری قوانین کا اجراء کیا تا کہ معاشرہ پرامن رہے- اور ہر انسان کو عزت نفس حاصل ہو- ارشاد باری تعالیٰ ہے۔(ولا یغتب بعضکم بعضا) ترجمہ کوئی کسی کی

غیبت نہ کرے اسی طرح ارشاد باری ہے۔(یا ایھا الذین امنوا لا یسخرقوم من قو
عسیٰ ان یکون خیرامنھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن ولا تلمز
انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب) ترجمہ اے ایمان والو! ایک گروہ دوسرے کا مذاق نہ اڑا
شاید وہ ان سے بہتر ہو اور ایک عورت دوسری کا شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے کی عی
جوئی نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارو۔ اسی طرح مرد و عورت کے لئے جداگانہ لیکن
منصفانہ حقوق کا اجراء کر کے ایک قانون کے تحت ان کو پابند کیا تا کہ وہ زندگی گزارنے سے لطف اند
ہو سکیں اور حیوانیت کے حدود میں بھی داخل نہ ہوں۔

خوراک میں چند متعین اشیاء کے علاوہ سب کی اجازت دی۔ لباس کے معاملے میں اسلا
نے اخلاقی نوعیت کے حد میں مقرر کی ہیں۔ کہ لباس ساتر ہو مرد مسرفانہ لباس مثلاً ریشم نہ پہنے، لبا
سے غنڈہ پن کا اظہار نہ ہو۔ مرد عورت کی اور عورت مرد کا لباس نہ پہنے، ان ساری باتوں کا انحصار ہ
ے ملک کی آب و ہوا، ہماری قومی روایات ہمارے فطری ذوق آرائش اور ہماری قابلیت اختراع
ایجاد پر ہے اسلام ان اشیاء کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی ضابطہ بندی نہیں کرتا۔

اسی طرح کی نجی زندگی میں اسلام رشتہ زوجیت پر زور دیتا ہے۔ تا کہ معاشرہ میں فساد
رجحان نہ ہو۔ اس میں مرد کی قوامیت کے ساتھ میاں بیوی دونوں کے حقوق اور دونوں کی جداگانہ ذم
داریاں ہوں اولاد کی پرورش اور تربیت دونوں کی مشترک ذمہ داری ہو۔ اگر رشتہ ٹوٹنے کی نوبت آئ
تو وہ یوں نہ ٹوٹے بلکہ طلاق، خلع مباراۃ اور مہر و رضاعت کے متعین ضوابط کے تحت ٹوٹے اسی طر
عام معاشرے کے اندر مردوں اور عورتوں کے درمیان آزادانہ میل جول نہ ہو، مرد کیلئے اپنی بیوی ایک
کائنات ہو اور بیوی کیلئے اپنا شوہر ایک انجمن ہو۔ اس اجمال میں تفصیل کا رنگ بھرنا میاں بیوی کی
مشترکہ ذمہ داری ہے۔ نجی اور ذاتی زندگی کے اندر اسلام نے مرد کو جو اختیارات دیئے ہیں وہ کسی بھی
مذہب میں نہیں۔

نکاح۔ چوری چھپے تعلقات اور پھر اس سے پروان چڑھنے والی دشمنیاں اور فسادات کے بیخ کنی کیلئے
کو اسلام نے نکاح کا اختیار دیا۔ چوری چھپے تعلقات کے بجائے اعلانیہ یا کم از کم دو گواہوں کے

سامنے اپنے تعلق ازدواج کا اعلان کرے ارشاد خداوندی ہے "وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم"

ارشاد نبوی ہے "یا معشر الشباب من استطاع منکم الباۃ فلیتزوج" اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہو وہ شادی کر لے۔

تعدد ازواج :۔ اس طرح اسلام نے مرد کو باوجود نکاح کے برائی سے بچانے کیلئے تعداد ازواج کا حق دیا۔ "ولا متخذی اخدان" کا اعلان کر کے اسلام نے برائیوں سے بچنے پر سخت تنبیہ کی ہے۔ اور مرد کو ایک کے علاوہ چار تک بیویوں کا حق دیا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔(فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع) لیکن اس میں اسلام نے عدل وانصاف کی تلقین کرتے ہوئے واضح اعلان کیا۔(فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ) ترجمہ پس تم ایک کی طرف مائل نہ ہو کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جسکی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف زیادہ میلان ظاہر کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ایک طرف اسکا جھکا ہوگا

طلاق :۔ مرد کیلئے طلاق کی اجازت اسلام کا ایک سنہرا قانون ہے کہ جب تعلقات خراب ہوں کاروبار زندگی رک جائے دونوں طرف سے نفرتیں ہوں تو اسلام نے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے طلاق کا اختیار شوہر کے سپرد کیا۔ بہر حال مرد کو آمر مطلق نہ بنایا بلکہ گھر کے سربراہ کی حیثیت سے مختلف قوانین کا اختیار مرد کو تفویض کیا۔ تا کہ گھر کے افراد کے مابین توازن برقرار رہو۔

معاشرہ کے اندر دوسرا کردار عورت کا ہے اسلام میں عورت کے مقام کے بارے میں معترضین اور مستشرقین اپنے گریبان میں جھانکیں۔ اسلام بحیثیت مذہب ہونے کے جو قوانین عورت کے لئے بیان کرتا ہے اس کا موازنہ یہودی، عیسائی، ہندو اور کمیونسٹ مذاہب اور دیگر نظاموں سے کرنے کے بعد فیصلہ کر لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے عورت کو کتنی آزادی اور تحفظ فراہم کیا ہے ۔ ہندو مذہب کا قاعدہ ہے طوفان، موت، جہنم، زہر اور زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں، جتنی عورت ہے۔ بحوالہ تمدن عرب ۳۷۳۔

Scanned with CamScanner

یہودیوں کے نزدیک عورتیں انسانی جنس سے نہیں بلکہ عورتیں شیطان کی اولاد ہیں۔عیسائی مذہب کے ایک مقتدر امام ترتولیان کے نزدیک عورت شیطان کے آنے کا دروازہ، شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی خدا کے قانون کو توڑنے والی اور مرد کو غارت کرنے والی ہے۔کیمونسٹ روسی کہتے ہیں دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے۔اطالیوں کا قول ہے گھوڑا اچھا ہو یا برا اس کو مہیز کی ضرورت ہوتی ہے عورت اچھی ہو یا بری اس کو مار کی ضرورت ہوتی ہے۔جبکہ ان سب کے برعکس اسلام عورت کو جو مقام عطا کرتا ہے اس کا خلاصہ مختصراً یوں ہے۔

(۱) مرد کے حاکمانہ اختیارات جو محض خاندان کی نظم کی خاطر دیئے گئے ہیں اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ ظلم نہ کر سکے۔اور ایسا نہ ہو کہ تابع و متبوع کا تعلق عملاً لونڈی اور آقا کا تعلق بن جائے۔اس لیے اسلام نے اسکو خلع، فسخ اور مباراۃ کا حق دیا تا کہ اس کی حق تلفی نہ ہو۔

(۲) عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائیں جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظام معاشرت کے حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تعمیر و تمدن میں حصے کا کام بہتر طریقے سے انجام دے سکے۔

(۳) عورت کیلئے ترقی اور کامیابی کے بلند سے بلند درجوں تک پہنچنا ممکن ہو۔ اگر اس کی ترقی و کامیابی جو کچھ بھی ہو عورت ہونے کی حیثیت سے ہو۔ مردانہ زندگی کے لئے نہ اس کو تیار کیا جائے، اور نہ اس کے لئے وہ مفید ہے۔ اس کیلئے اور تمدن کیلئے مفید ہے اور نہ مردانہ زندگی میں وہ کامیاب ہو سکتی ہے۔اس کے علاوہ جو حقوق ذاتی طور پر اسلام نے اس کو دیئے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں۔

شوھر کے انتخاب کا حق :۔اس بارے میں اسلام نے کھلے اور واضح اصول بیان کئے ہیں کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے قبل عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ حتی کہ اس کے عدم رضا کی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔اسلام نے اس حقیقت سے صرف نظر نہیں کیا کہ جس انسان نے ساری زندگی دوسرے کے نام کردی اس کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنی چاہت اور پسند کے موافق فیصلہ کرے۔ حدیث شریف ہے (**الشیب احق بنفسھا من ولیھا والبکر ان یستاذنھا ابوھا فی نفسھا**) ترجمہ عورت اپنے شادی کے بارے میں زیادہ حقدار ہے بنسبت

اپنے کے اور باکرہ عورت سے اس کے نفس کے بارے میں اس کا والد (ولی) اجازت لے گا۔

حق خلع :۔ظالم شوہر سے نجات کیلئے اور زندگی کو تلخیوں سے بچانے کیلئے اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا کہ جب حقوق زوجیت ادا ہونے میں رکاوٹیں نفرتیں اور تلخیاں آڑے آئیں تو عورت کو اجازت ہے کہ وہ شوہر کو کسی بھی چیز پر راضی کر کے اپنے آپ کو چھڑائے۔

نکاح ثانی کا غیر مشروط حق :۔پہلے شوہر سے طلاق کے بعد جب عورت عدت گزارے تو اس وقت شریعت کی طرف سے اس کو اجازت ہے کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور پہلے شوہر کا اس سے کوئی سروکار نہ رہے۔

قاعدہ زوجیت :۔معاشرتی زندگی بسر کرنے کیلئے اسلام نے شوہر کو حکم دیا ہے "**وعاشروھن بالمعروف** "اس کے ساتھ بہتر زندگی گزارو۔اس طرح اسلام شوہر کو فیاضانہ برتاؤ کا حکم دیتا ہے چونکہ فطری اور طبعی طور پر انسان بخیل واقع ہوا ہے۔اور اس لئے نان نفقہ اور سکنی اس پر لازم کر دیتا ہے تا کہ رشتہ زوجیت قائم رہے ان باتوں میں اسلام شوہر کو نرمی کی ترغیب دیتا ہے۔اس طرح ارشاد نبویؐ ہے (**ان من اکمل المؤمنین ایماناً احسنھم خلقا والطفھم باھلہ**) ترجمہ کہ کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے (**ولا تنسوا الفضل بینکم**) اور آپس میں حقوق مراتب کا خیال مت بھولو۔اسی طرح بخاری کی روایت ہے۔(**ایما رجل کانت عندہ ولیدۃ فعلمھا فاحسن تعلیمھا وادبھا فاحسن تادیبھا و تزوجھا فلہ اجران**) ترجمہ جس کے پاس لونڈی ہو پس وہ اس کو اچھی تعلیم دے اور اس کو اچھا ادب سکھائے۔پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کرے پس اس کیلئے دو اجر ہیں۔خلاصہ یہ کہ اسلام وہ دستور حیات ہے جو روح و مادہ اور دین و دنیا کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے فرد اور سوسائٹی کے درمیان توازن قائم کرتا ہے اور وجدان و عقل کے درمیان عدل پیدا کرتا ہے۔ کالے اور گورے کے درمیان مساوات اور انسانوں کے درمیان اخوت قائم کرتا ہے۔ یہ نظام انسانوں کو ایک ایسا مشن دیتا ہے جسکا سرچشمہ اس زمین سے ماورائی ہے ایک ایسا نظام جو انسانوں کو معاشرے میں ایک معتدل اور خوشگوار زندگی بسر کرنے کیلئے قواعد و ضوابط اور قوانین بتلائے وہ صرف اسلام ہے۔

Scanned with CamScanner

حقوق انسانی

محمد رحیم حقا

اسلام میں حقوق انسانی کی تعریف

اگر ہم حقوق انسانی کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں یقیناً نظر آئے گا کہ اسلام سے پہلے انسان ظلم اور تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ حق و انصاف کا وجود ہی نہیں تھا۔ سابقہ قوانین سے یہ بات واضح طور عیاں ہے کہ اس زمانے میں حق ﴿قوت﴾ کا نام تھا، اس لئے ہر طاقتور ہر قسم کے حقوق کا مالک ہوتا اور کمزور کے سارے حقوق طاقتور کے لئے مباح ہوتے تھے۔ بلکہ غریب کا کوئی حق تھا ہی نہیں، غریبوں کے حقوق کے لئے کوئی مددگار محافظ نہ تھا۔ انسان کو کوئی آزادی حاصل نہ تھی، بلکہ اس زمانے میں ﴿غلامی کا قانون﴾ مشہور و معروف تھا۔ اسی طرح کاروبار کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ عورتوں کے حقوق پامال ہو رہے تھے۔ معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہ تھا۔ معاشرہ جب ترقی کی طرف گامزن ہونے لگا تو بعض نیک لوگوں کے اقوال اور ہدایات کو رسم و رواج کی حیثیت حاصل ہو گئی اور تغیرات زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ کتابی شکل میں مدون ہونے لگے۔ اس سلسلے میں حمورابی، صولون اور بارہ تختیوں کے قوانین بابل یونان اور قدیم روم میں مشہور ہیں۔

بابل میں حمورابی قانون کا ۲۰۰۰ سال قبل مسیح میں ظہور ہوا۔ یہ قانون لوگوں کے رسم و رواج پر مشتمل تھا۔ اس طرح اس قانون میں قصاص جیسی سزاؤں کا ذکر بھی موجود تھا۔ اس قانون میں زنا، غلام بنانے، غصب کرنے آگ لگانے یا کسی چیز کو بھگا لے جانے کی سزا قتل مقرر تھی۔ اسی طرح اس قانون میں بعض بنیادی حقوق مثلاً ملکیت کی آزادی کا ذکر بھی آیا ہے۔

یونان میں ﴿صولون﴾ کا قانون رائج تھا۔ یہ قانون ۶۴۰ - ۵۶۰ قبل مسیح کا ہے۔ اس قانون میں بھی بعض اچھی اصلاحات موجود تھیں، مثلاً قرض کی وجہ سے کسی کو قید میں نہیں رکھا جائے گا

قرض کے بدلے کسی کو غلام بنانے کی ممانعت۔ اسی طرح عورتوں کو بھی چند بنیادی حقوق دیئے گئے تھے۔ چار سو افراد پر مشتمل ایک سینٹ تشکیل دیا گیا تھا۔ جنہوں نے قبائل کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں سے صرف مالدار طبقہ کو حکومت کا حق حاصل تھا۔

روم میں ﴿بارہ تختیوں﴾ کا قانون موجود تھا۔ یہ قانون ۵۰۰ سال قبل مسیح میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ اس میں روم کے لوگوں کی مشہور رسم و رواج مدون تھیں۔ ان بارہ تختیوں کا قانون تمام قوانین کا اصل ہوتا تھا۔ اس قانون میں غریبوں اور امیروں کا فرق مٹایا گیا تھا اور عدالتی ضابطہ کار، سزاؤں وغیرہ کا ذکر تھا۔ اس قانون میں چوری کی سزا قتل تھی، باپ قانوناً اپنے بیٹے کو فروخت کر سکتا تھا۔ اس قانون کی رو سے صرف عصبات وارث تھے۔ ذوالارحام وارث نہ تھے۔

قرون وسطی میں یورپ میں انسانی حقوق کی پامالی ہوئی ہے۔ ایسے قوانین بنے ہیں جن میں انسانوں کے کسی ایک گروپ کو امتیازات سے نوازا گیا ہے۔ مثلاً حاکم طبق اور کلیسا والوں کو بہت سارے حقوق اور امتیازات حاصل تھے۔ جبکہ انسانوں کے دوسرے گروپوں کو کوئی حق نہیں دیا گیا تھا۔ ان کی لئے وحشیانہ سزائیں مقرر تھیں۔ عدالتی نظام کلیسا کے تابع ہونے کی وجہ سے قتل، تفتیش اور انسانوں کی نسل کشی جیسی سزائیں دے رہے تھے۔ روم میں غیر ملکیوں کے لئے کسی قسم کا کوئی حق نہیں تھا۔ بلکہ ان کو دشمن خیال کیا جاتا تھا۔ اس لئے ان کو قتل اور غلام بنانا جائز تھا۔ پھر آہستہ آہستہ فوائد کے باہمی تبادلے کا تصور پیدا ہو گیا۔ اسی نظریے کے پیش نظر غیر ملکیوں کو کچھ قانونی حقوق حاصل ہو گئے۔ اس لئے جب بھی کوئی غیر ملکی روم آتا تھا۔ تو وہ کسی رومی باشندے کے ہاں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرتا تھا۔ اسی طرح جب کبھی کوئی رومی کسی غیر ملک میں جاتا تھا تو اسے بھی مہمانی کے حقوق حاصل ہوتے تھے اور اس کے ساتھ معاملہ بالمثل کیا جاتا تھا۔

تیرہویں صدی عیسوی کی ابتداء میں انسانی حقوق کے لئے آواز اٹھنا شروع ہو گئی۔ برطانیہ میں ملوکیت اور شاہی گروہوں کو دیے گئے امتیازات اور عام انسانی حقوق کی پامالی کے نتیجے میں ایک عوامی انقلاب آیا۔ اور انسانی حقوق کا چارٹر ۱۲۱۵ موسوم **Magna Carta** بنا۔ اس کے بعد

Scanned with CamScanner

اس چارٹر میں ۱۶۲۸ء ترمیم ہوئی اور پھر یہ چارٹر ۱۷۰۱ء میں انسانی حقوق چارٹر کے نام سے مکمل ہوا -اس کے بعد انسانی حقوق سے متعلق امریکی اعلان ۱۷۷۶ء میں نافذ ہوا -جس میں انسانوں کو آزادی، مساوات، زندہ رہنے اور انسانیت کی تعظیم کا اقرار کیا گیا تھا-امریکی آئین میں ترامیم ہوتی رہیں اور انسانی حقوق میں عقیدہ کی آزادی، مال، جان وغیرہ کی حفاظت، عدل وانصاف میں آزادی ،عدالت کے سواء کسی دوسرے طریقے سے کسی کو مجرم ٹھہرانے کی ممانعت، اور غلامی کی ممانعت جیسی دفعات شامل کردی گئیں-یہ کام ۱۷۸۹ء اور ۱۷۹۱ء کی درمیان مدت میں مکمل ہوا-فرانس میں انسانی حقوق کا اعلان ۱۷۸۹ء اور دستور میں اس کا اقرار ۱۷۹۱ء میں وقوع پذیر ہوا-

اس کے بعد عالمی تنظیمیں بیدار ہوئیں اور انسانی حقوق کے لئے آوازیں اٹھنا شروع ہوئیں-اس طرح یہ مسئلہ بین الاقوامی سطح پر اجاگر ہونے لگا-دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا چارٹر شائع کیا-اس چارٹر کے دیباچے میں بنیادی حقوق اور کرامت انسانی کا ذکر ہے-اس طرح اس میں مرد، عورت، چھوٹے، بڑے سب برابر ہیں-اس چارٹر کی دفعہ نمبر ۵۵ میں انسانی حقوق کے احترام، تمام انسانوں کو جنس، نسل، زبان اور عقیدے کا لحاظ کیے بغیر ہر قسم کی بنیادی آزادی حاصل ہوگی اور ان حقوق سے متعلق مرد اور عورت میں کوئی تفریق نہ ہوگی-اقوام متحدہ نے ان انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے ایک خاص ادارہ بھی تشکیل دیا-جس کے ۳۲ ممبر ہیں اور یہ تین سال کے لئے منتخب کیے جاتے ہیں-اس ادارہ کا کام انسانی حقوق کی بہتری کے لئے مزید تحقیق کرنا اور یہ دیکھنا کہ کن ملکوں نے انسانی حقوق کے لئے کتنا کام کیا ہے-

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے-یہاں اس وقت دستور ۱۹۷۳ء نافذ ہے-اس دستور کے آرٹیکل ۸ سے لے کر ۲۸ میں انسانوں کے تمیں بنیادی حقوق کا ذکر ہے-عالمی سطح پر دس دسمبر حقوق انسانی کا دن منایا جاتا ہے-حقوق الانسان دو لفظوں میں ﴿حق﴾ اور ﴿انسان﴾ سے مرکب ہے- حق باطل کا متضاد ہے-ارشاد باری تعالی ہے-(ولا تلبسوا الحق بالباطل) حق واجب اور ثابت کے معنی میں آیا ہے-قرآن کریم میں ﴿حق﴾ ۲۸۳ مواقع پر آیا ہے-اس طرح احادیث

مبارکہ میں لفظ حق (ح، ق، ق) ۱۵۸ حدیثوں میں آیا ہے-حق ایک طرف اللہ تعالی کے اسماء حسنی میں سے ہے تو دوسری طرف دین اسلام اور کتاب اللہ کا وصف بھی ہے-اللہ تعالی نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ وہ ہی حق کی نگہداشت فرماتا ہے-

ہر کہ کلمہ ﴿انسان﴾ ہے-اس کا اصل ﴿ا، ن، س﴾ یہ انسان، ناس اور انس پر احاطہ کرتا ہے-عام معنی میں انسان بنی آدم کا ایک فرد ہوتا ہے-قرآن کریم میں انسان کا ذکر ۶۵ مقامات پر آیا ہے-﴿ناس﴾ ۲۴۱ مقامات پر اور ﴿انس﴾ قرآن کریم میں ۱۸ مقامات پر آیا ہے-

وضعی قوانین میں انسانی حقوق کی تعریف:-

وضعی قوانین میں انسانی حقوق کی تعریف کے متعلق دو مکتبہ فکر ہیں-پہلا مکتبہ فکر انسانی حقوق کو عام آزادیوں پر محیط کرتا ہے جبکہ دوسرا مکتبہ فکر انسانی حقوق کو عام انسانی آزادی سے الگ تھلگ رکھتا ہے-تفصیل درجہ ذیل ہے-

پہلا نظریہ:

انسانی حقوق کے اس نظریے کی ابتداء اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپ میں ہوئی اور اب بھی یورپ کے اکثر دستور ساز قانون دان اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی حقوق عام انسانی آزادیوں کا نام ہے-

دوسرا نظریہ:

دوسری جنگ عظیم کے بعد حقوق انسانی کے اس دوسرے مکتبہ فکر نے جنم لیا-اس نظریے کے حاملین کا خیال ہے کہ حقوق انسانی عام آزادی سے مختلف ہے-کیونکہ آزادی اس وقت شروع ہوجاتی ہے جبکہ انسان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور اس کے اوپر کوئی ایسی قوت نہ ہو جو اسے اپنی مرضی پر چلنے سے روکے-ہر کہ انسانی حقوق ہیں تو یہ ﴿حق﴾ سے نکلے ہیں اور حق اپنے معنی میں حریت ﴿آزادی﴾ سے زیادہ وسیع ہے-بلکہ آزادی حق کا ایک جز ہے-نظریے کے حاملین کے نزدیک حق کی تعریف یہ ہے کہ ﴿انه مصلحة يحميها القانون﴾ کہ حق ایک ایسی مصلحت ہے

Scanned with CamScanner

جس کی حفاظت قانون کرتا ہے۔ یہاں حقوق انسانی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ ﴿تلک الحقوق التی یتعین الاعتراف بھاللفرد لمجرد کونه انساناً﴾ کسی ایک انسان کے وہ حقوق جس کا اعتراف صرف انسان ہونے کے ناطے کیا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کی ان تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں حقوق انسانی سے مراد وہ حقوق ہیں جو کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبارک اور رسول کریمؐ نے اپنی سنت مطہرہ میں واضح کیے ہیں۔

اسلام میں انسانی حقوق:۔

یہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت کے وقت انسان ظلم اور جہل کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ انسانی حقوق پامال ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر انسانی حقوق کو پامال ہونے سے بچایا۔

اسلام میں انسان کی منزلت:۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اپنے خلیفہ کی حیثیت سے دنیا میں بھیجا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **واذقال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة** ترجمہ۔ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین پر ایک نائب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ سے انسان کی اس طرح تعظیم فرمادی۔ **واذقلنا للملائکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس** اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو سجدہ کو آدم علیہ اسلام کو تو سب سجدہ میں گر پڑے مگر شیطان۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ اسے دنیا کے دوسرے موجودات پر فضیلت دی۔ اس انسانی حق اور فضیلت کی بنیادی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ خلافت میں ہر انسان انفرادی طور پر مخاطب ہے۔

۲۔ یہ کسی خاص گروپ یا کسی خاص قبیلے کی خلافت نہیں ہے۔

۳۔ یہ خلافت شریعت اسلامی کے احکام سے مقید ہے۔ کسی فرد کے احکام سے مقید نہیں ہے۔

س خلافت کی بنیاد پر انسان کو دوسری مخلوقات کے مقابلے میں جو خصوصیات اور امتیازات دیے گئے

ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہترین شکل وصورت میں پیدا فرمایا۔
(**ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**) ہم نے بنایا انسان کو خوب سے انداز ے پر اور (**وصورکم فاحسن صورکم**) اور صورت کھینچی تمہاری، پھر اچھی بنائی تمہاری صورت اور فرمایا (**وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض**) اور ہم نے زمین وآسمان کی تمام چیزیں تمہارے لئے مسخر کردیں۔

ب۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا فرمایا جو فطرت کمال ہے۔ اور انسان میں انسانی خواہشات کی بنیاد پر جو انحراف رونما ہوتا ہے وہ عارضی نوعیت کا ہے۔ یہ انحراف غلط تربیت وغیرہ کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔

ج۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے باہمی تعلقات اور معاملات کے قانون کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اوامر ونواہی کا قانون بھیجا ہے۔ اور انسان کو اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا ہے۔ کسی انسان کو اس جیسے قوانین بنانے کا اختیار نہیں دیا تاکہ انسانی معاشرہ میں الٰہی عدل و انصاف قائم ہوسکے۔

اسلامی نظریہ میں انسان کو اتنی عظمت دی گئی ہے۔ اگر ہم دنیا کے دوسرے نظاموں کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوجائے گا کہ دنیاوی نظاموں میں انسانوں کے مختلف طبقات ہیں اور ان میں سے بعض طبقات انتہائی ذلت کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً ہندو مذہب میں برہمنوں کو جو فضیلت حاصل ہے دوسرے کسی طبقے کو حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح شودروں کو جس ذلت ورسوائی کا سامنا ہے اس کی بھی مثال نہیں ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ پیدائشی ناپاک ہیں۔

قدیم یونانی اپنے آپ کو عام لوگوں سے بہت بہتر خیال کرتے ہیں جبکہ ان کے نزدیک دوسرے لوگوں میں انسانیت کے اوصاف ہی نہیں ہیں۔ اسی طرح روم میں حاکم طبقہ کو معاشرہ میں جو مقام حاصل تھا، اس کو پورے انسانی حقوق حاصل تھے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ ان پر لازم تھا کہ وہ حاکم طبقہ کی خدمت میں لگے رہیں اور عبرانیوں کا بھی یہی

Scanned with CamScanner

نظریہ تھا- ان کے نزدیک صرف کنعانی عبرانیوں کے غلام تھے- اور یہی صورتحال عرب جاہلوں کی رہی ہے-

اسلام میں حقوق انسانی کی فضیلت:-

اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے محمد ﷺ کو پوری انسانیت کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ارشاد ربانی ہے-(**وما ارسلنك الا كافة للناس بشيراً و نذيراً ولكن اكثر الناس لا يعلمون**) ترجمہ- اور اے محمد ﷺ ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے-

جبکہ آپؐ سے پہلے انبیاء کرام خاص خاص قوموں میں آیا کرتے تھے- اسلام نے ان تمام انبیاء کرام کی تعلیمات کو یکجا کر کے اعلان کیا-

(شرع لكم من الدين ماوصى به نوحاً والذى اوحينا اليك وما وصينا به ابراهيم و موسى و عيسى ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه كبر على المشركين ماتدعوهم اليه الله يجتبى اليه من يشاء ويهدى اليه من ينيب)

ترجمہ- اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو حکم دیا تھا- (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا- جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے- اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے- اسے اپنی طرف راستہ دکھا دیتا ہے- اسلام نے تمام انبیاء پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے- اسلام پوری انسانیت کو مخاطب کرتا ہے- اس لئے عربی، عجمی، کالے اور گورے میں کوئی فرق نہیں رکھتا- اسی طرح جغرافیائی تفریق، جنسی تفریق کا بھی قائل نہیں ہے- مسلمان جہاں بھی ہیں وہ سب برابر ہیں- ارشاد ربانی ہے-﴿**انما المؤمنون اخوة**﴾ اس طرح اسلام تمام انسانوں کو ایک امت خیال کرتا ہے- ارشاد ربانی ہے-(**ان هذا امتكم امة واحدة**

وانا ربكم فاعبدون) ترجمہ- یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں- تو میری عبادت کیا کرو-(**وقال تعالى يا ايها الناس انا خلقنكم من ذكر و انثى وجعلنكم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اكرمكم عندالله اتقكم ان الله عليم خبير**) ترجمہ- لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے- بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے-

دین اسلام ایک جامع اور مکمل دین ہے- اس لئے ہر انسان کو فکر و تدبر کی مکمل آزادی حاصل ہے- اگر کوئی غیر مسلم اپنی عقل کو بروئے کار لاتا ہے اور کوئی صحیح رائے پیش کرتا ہے- تو دین اسلام میں اس کی تائید کی جاتی ہے- اس لئے اگر مغربی دنیا انسانی حقوق کے لئے کوئی آواز اٹھاتی ہے تو عالم اسلام ان کی مکمل حمایت کرے گا- شرط یہ ہے کہ یہ حقوق دین اسلام کے احکام سے متصادم نہ ہوں- اگر ہم اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور مصر میں اسلامی کانفرنس کے حقوق انسانی کے چارٹر کا موازنہ کریں- تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی کانفرنس کا چارٹر اقوام متحدہ کے چارٹر سے زیادہ جامع ہے-

انسانیت کی عزت وتکریم:-

اسلام نے روز اول سے بنی نوع انسان کی عزت وتکریم اور دوسری مخلوقات پر فضیلت کا اعلان کیا ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے-(**ولقد كرمنا بني آدم**) - اور ہم نے انسان کو صاحب عزت وتکریم بنایا ہے اور ارشاد ہوتا ہے-(**ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقويم**) اور ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے- اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں بنایا ہے- پھر انسان پر رحم فرما کر اسے دینی اور دنیوی علوم سے بہرہ ور فرمایا- ارشاد ربانی ہے-(**خلق الانسان وعلمه البيان**) اسی نے انسان کو پیدا کیا- اور اسی نے اس کو بولنا سکھایا- اور ارشاد ہوتا ہے-(**وعلم الانسان مالم يعلم**) اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا-

Scanned with CamScanner

ان آیات کریمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر بہت احسانات کیے ہیں۔
ایک انسان کو خوبصورت شکل میں پیدا کیا۔ پھر اسے نیک و بد، اچھے اور برے کی تعلیم دی۔ اور اسے عقل وخرد کی دولت سے مالا مال کر کے کائنات پر اسے حکومت عطا کی۔ اور بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب پیدائشی طور پر آزاد پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی غلامی پسند نہیں ہے۔ اس لئے قانون کفارات کی شکل میں غلاموں کی آزادی کے لئے مختلف راستے نکالے ہیں اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ شریعت کے مطابق غلاموں کو مختلف طریقوں سے آزاد کرو۔ جنہیں آج کے سامراجیوں کی طرح سلطنت روم و کسریٰ نے غلام بنائے رکھا تھا۔ جو آزاد انسانوں کی خرید وفروخت میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس پر فخر محسوس کرتے تھے۔ اسلام نے نہ صرف ان غلاموں کو آزاد کر لیا بلکہ اگر ان میں اہلیت ہوتو انہیں کندھوں پر بٹھا کر ایوان اقتدار تک پہنچایا۔ ارشاد ربانی ہے۔

(ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم) خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان غریب، بے کس اور بے آسرا لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی انسان دوستی، اخلاقی اقدار اور علم وسیاست کی اساس پر ایوان اقتدار پر پہنچایا اور مسلمانوں نے ان کو سیدنا کے القابات سے پکارا۔ ساتھ ہی ان بے کس وبے آسرا لوگوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کی تاکید کی۔ آپؐ نے فرمایا۔

(فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل مایغلبہ فان کلفہ مایغلبہ فلیعنہ علیہ)

اللہ تعالیٰ جسکے ہاتھوں میں اس کے بھائی کو دوسرے کو جو وہ خود کھاتا ہے۔ اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہے اس کو پہنائے اور اس کو اس کام کی تکلیف نہ دے جو اس سے نہ ہو سکے اور اگر تکلیف دے تو پھر اس کے کرنے میں خود بھی مدد کرے۔

غیر مسلموں کے حقوق کی پاسداری:۔

اسلامی تعلیمات میں صرف مسلمانوں کے حقوق کا خیال نہیں رکھا گیا ہے بلکہ

غیر مسلموں کے حقوق کا پورا پورا تحفظ موجود ہے۔ میثاق مدینہ کی مثال لیجئے کہ مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت پوری طرح قائم تھی۔ لیکن پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے انسانی حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اسلامی حکومت کے پہلے دستور میثاق مدینہ میں اس کا باقاعدہ اعلان اور توثیق کر دی ہے۔ اس دستور میں لکھا ہے کہ جو یہود ہمارے پیروکار ہو جائیں ان کی مدد کی جائے گی اور وہ دوسرے مسلمانوں کے مثل ہوں گے نہ ان پر ظلم کیا جائے گا نہ ان کے خلاف کسی سے تعاون کیا جائے گا۔ اسی دستور کے مطابق ان کے تنازعات اور حقوق کے فیصلے اسلام کے عالمگیر عدل کے سائے تلے ہوں گے۔ قرآن حکیم میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی آپ کو عدل سے نہ پھرا دے۔ اسلامی تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں مسلمانوں نے محاکمات میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف غیر مسلموں کے حق میں فیصلے دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ

(ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ان اللہ لا یحب من کان خواناً اثیماً)

اور ان کی طرف سے جھگڑا نہ کر جو خود اپنی ہی خیانت کرتے ہیں۔ دغا باز گنہگار خدا کو اچھا نہیں لگتا۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن مردویہ میں ہے کہ انصار کا ایک گروہ ایک جہاد میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔ وہاں ایک شخص کی چادر کسی نے چرالی اور اس کا گمان اس چوری کا طعمہ ابن ابیرق کی طرف تھا، حضورؐ کی خدمت میں یہ قصہ پیش ہوا۔ چور نے اس چادر کو ایک یہودی شخص کے گھر میں اس کی بے خبری میں ڈال دیا اور اپنے کنبہ وقبیلہ والوں سے کہا میں نے چادر فلاں کے گھر میں ڈال دی ہے۔ تم رات کو حضورؐ کے پاس جاؤ اور آپؐ سے ذکر کرو کہ ہمارا ساتھی تو چور نہیں، چور فلاں ہے اور ہم نے پتہ لگا لیا ہے کہ چادر بھی اس کے گھر میں موجود ہے۔ پس آپ ہمارے ساتھی کی تمام لوگوں کے روبرو کر دیجئے اور اس کی حمایت کیجئے۔ ورنہ ڈر ہے کہ کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائے۔ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

اسی طرح جب علیؓ کی گمشدہ زرہ ایک یہودی سے برآمد ہوئی اور مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی نے حضرت علیؓ سے گواہ طلب کیے۔ علیؓ نے اپنے بیٹے اور اپنے غلام کو بحیثیت گواہ

Scanned with CamScanner

لئے مسترد کی کہ بیٹے کا اپنے باپ اور غلام کی گواہی اپنے آ
پیش کیا- قاضی نے ان کی گواہی اس لئے مسترد کی کہ بیٹے کا اپنے باپ اور غلام کی گواہی اپنے آ
لئے درست نہیں ہے اور فیصلہ یہودی کے حق میں صادر کیا- یہودی فیصلہ سنتے ہی مسلمان ہو
اپنے مجرم ہونے کا اقرار کرلیا- یہ ہیں اسلامی عدل کے تقاضے- زمانہ امن تو امن ہے- جنگ
حالت میں بھی مسلمانوں کو حکم ہے کہ کسی غیر مسلم کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے جو انسانیت
خلاف ہو اور اگر کوئی غیر مسلم بلاتفریق رنگ و نسل، مذہب کے تم سے پناہ طلب کرے تو انہیں ز
تحفظ فراہم کرو- ارشاد ربانی ہے-

﴿وان احد من المشركين استجارك فاجره حتى يسمع كلام الله ثم ابل
مأمنه﴾ اور اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دیجئے تا کہ وہ کلام الٰہی
سکے- پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے-

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خبردار جو شخص کس معاہدے پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق
کمی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے خلا
وصول کرے گا، اس کے خلاف قیامت کے دن میں خود مستغیث ہوں گا- اسلام نے ایسے لوگوں
صرف پناہ دی بلکہ ان کے عزت و مال کی حفاظت بھی کی ہے- اسلامی حکومت میں غیر مسلمانوں
بہت سے حقوق ہیں- رسول کریم ﷺ نے ان کے ان حقوق کی پاسداری کی بہت تاکید فرمائی ہے
حقوق مختصراً درجہ ذیل ہیں-

الف- غیر مسلم اسلامی ریاست میں دائمی سکونت اختیار کر سکتے ہیں -

ب- اسلامی حکومت پر ان غیر مسلموں کے جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت واجب ہے- ک
مسلمان یا غیر مسلم یا حربی ان کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے او اگر کسی نے یہ کوشش کی تو شریعت کے مطا
ان کو سزا دی جائے گی-

ج- غیر مسلموں کو اپنے دین پر رہنے کی اجازت ہوگی اور کوئی ان سے تعرض نہیں کریں گے- ان
عبادت گاہوں اور دیگر دینی شعائر میں رکاوٹ نہیں بنیں گے-

د- غیر مسلموں کو اپنے املاک پر مالکانہ تصرفات حاصل ہوں گے اور ان کی ملکیت ورثاء کو منتقل ہوگی-

رسول کریم ﷺ نے پڑوسیوں اور مہمانوں کی خاطر و مدارت کی بہت تلقین فرمائی ہے- امام بخاری نے عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا- (مازال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت سيورثه) جبریل امین علیہ السلام ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے تھے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے میراث میں بھی حصہ دار ٹھہرائیں گے- اسی طرح کتب احادیث میں مہمانوں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کی بہت تاکید کی گئی ہے- اسلامی تعلیمات میں مہمان اور پڑوسی کے بنیادی حقوق کے متعلق احکام وارد ہیں- ان میں مسلمان اور کافر میں تفریق نہیں کی گئی ہے-

جنگ وقتال میں انسانی حقوق کی پاسداری:-

زمانہ جنگ اور جہاد میں بھی اسلام اپنے نام لیواؤں پر زور دیتا ہے کہ انسان کو اپنے اغراض و مقاصد، کشور کشائی اور توسیع پسندی کی خاطر تہہ تیغ مت کرو- بلکہ انسانوں کے تحفظ، خوشحالی، امن و سلامتی کی خاطر فساد کرنے والوں کو اور انسانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹاؤ- اسلامی احکام حسن سلوک، رواداری، صبر و ضبط کی تعلیم دیتے ہیں- اس لئے دوران جہاد بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت کی گئی ہے- امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے-

(عن عمرانؓ رسول الله صلى الله عليه وسلم راى فى بعض مغازيه امراة مقتولة فانكر ذالك ونهى عن قتل النساء والصبيان) ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے اپنے بعض غزوات میں ایک مقتول عورت دیکھی- آپؐ اس پر بہت ناراض ہوئے اور مسلمانوں کو عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا-

امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ کیا جنگ کے دوران عورت، بوڑھا شخص، بچے اور راہب کا قتل جائز ہے- آپ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ قتل کرنے والے کے ساتھ خلط ملط ہوں اور کفار ان کی رائے پر لڑ رہے ہوں تو پھر جائز ہے- اسلام میں ان لوگوں کے خلاف تلوار

اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے- جو امن وامان، سلامتی، عدل وانصاف اور تبلیغ اسلام میں رکاوٹ بنے اور سامراجیت کے نشے اور پردے میں انسان کی آزادی اور خوشحالی کو لوٹتے ہیں- رسول کریم نے فرمایا ہے- (تمام انسان اللہ تعالی کا کنبہ ہیں) لہذا کسی بھی انسان کی پریشانی کا باعث نہ

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے-

(من اجل ذالك كتبنا على بنى اسرائيل انه من قتل نفسا بغير نفس او فساد فى الارض فكانما قتل الناس جميعاً ومن احياها فكانما احياالناس جميعاً)

اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگی کو ختم کرنے کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگی کے ختم کرنے کا موجب ہوا-

یہی وجہ ہے کہ اسلام کا مقصد کسی خطے کو دارالحکومت بنانا نہیں ہے- بلکہ اقتدار کے موروثی نظام کو تہس نہس کرکے ہمہ توحید کو وفاق بنایا اور پوری دنیا کو (ہر ملک، ملک ماہست کہ ملک خدائے ماہست) کی بنیاد پر سلطنت کا درجہ دیا- اشیائے استعمال پر تمام انسانوں کو حق دے دیا اور ارشاد ہوا دنیا میں تمام اشیاء کی پیدائش تیرے لیے ہے- اقتدار کے لئے رنگ ونسل معیار نہیں، نہ مادی برتری معیار ہے- رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں انسانی فضیلت کے متعلق یہ ارشاد فرمایا-

(الا لا فضل لعربى على اعجمى ولالعجمى على عربى ولا لاحمر على اسود ولا لاسود على احمر الا بالتقوى)

خبردار کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے- فضیلت کا معیار صرف تقوی ہے-

ان واضح ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اقتدار کے اہل درویش صفت، صاحب فقر وفاقہ، انسان دوست، متقی اور پرہیزگار، امن وسلامتی کے علمبردار انبیاء علیہم السلام اور ان کے نقش وقدم پر

چلنے والے پاکیزہ انسان جو انسانوں کو ان کے حقوق ان کی دہلیز پر پہنچا دیں، صرف یہی لوگ اقتدار کے اہل ہیں نہ کہ ان کی عزت نفس کو مجروح کریں آج کے ارباب اقتدار کی طرح انسانوں کو اپنے حقوق مانگنے کے لئے خیراتی اور بھکاری بنائیں اور نہ آج کے سامراجیوں کی طرح جو اشیائے خورد ونوش کو اس لئے سمندروں کی نذر کرتے ہیں کہ اس کی زیادہ پیداوار سے مارکیٹ میں اس کا نرخ گھٹتا ہے- جبکہ اسلام یہ فرماتا ہے کہ جو مارکیٹ میں اس لئے مال لاتا ہے کہ اس سے انسانوں کی بنیادی ضرورت پوری ہو اس پر خدا کی رحمت ہوتی ہے اور جو اس لئے اشیائے خورد ونوش کو ذخیرہ یا تلف کرتے ہیں کہ اس سے بھاؤ بڑھ جائے اس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے- اب اس سے بڑھ کر انسان دوستی کی اور کیا مثال ہوسکتی ہے- اسلامی فقہ اور سیرت کی کتابوں میں بار ہا یہ وارد ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کتنی بھلائیاں کی ہیں- امام سرخسیؒ نے اپنی کتاب مبسوط میں فرمایا ہے-

(روى ان رسول الله عليه وسلم اهدى الى ابى سفيانؓ ثمر عجوة حين كان بمكه حربيا واستهداه ادما و بعث بخمس مائة دينار الى اهل مكه حين قحطور التفرق بين المحتاجين)

آپ ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ نے ابوسفیانؓ کو بہترین کھجوریں بھیجی تھیں جبکہ وہ مکہ میں ایک حربی کافر تھے اور اس سے چمڑا خریدا تھا اور جب ان پر قحط پڑا تھا تو پانچ سو دینار (بغیر کسی عوض کے) بھی بھیجے تاکہ ان کو محتاجوں میں تقسیم کریں-

اسلامی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں- صلیبی جنگوں میں جب عیسائیوں کے پاس اشیائے خورد ونوش ختم ہوگئیں تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے انہیں غلہ بھیج دیا تاکہ وہ بھوک سے نہ مرجائیں اور پیغام بھیجا کہ ہم محض آپ کی زندگیاں ختم نہیں کرتے بلکہ آپ کو اسلام کے آفاقی اور اسلام کے ہمہ گیر نظام میں باہم شیر وشکر رہنے کی طرف لاتے ہیں- تیسری صلیبی جنگ میں جب جرمنی کا فریڈرک بار بروسا ایک دریا کو عبور کرتے ہوئے ڈوب کر مرگیا، اس کی فوج میں ابتری پھیل گئی

Scanned with CamScanner

-دوسری طرف اس لڑائی کے دوران میں شاہ فرانس اور شاہ انگلستان دونوں بیمار پڑ گئے- جب سلطان کو ان کی بیماری کا علم ہوا تو انہیں تازہ پھل اور مفرح شرب بھیجے اور جب تک وہ بیمار رہے انہیں ہر قسم کی چیزیں بھیجی جاتی رہیں- لیکن دوسری طرف صلیبی جب بیت المقدس میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے تو انہوں نے مفتوحین کے ساتھ جو سلوک کیا تاریخ اس سے ناواقف نہیں ہے- تین دنوں کے اندر انہوں نے ستر ہزار سے زیادہ مسلمان شہید کر دیئے تھے- مشہور یورپی مورخ قسیس نے ان مفتوحین کا حال ان الفاظ میں بیان کیا ہے- جب ہمارے آدمی دیواروں اور برجوں پر قابض ہو گئے تو مسلمانوں میں عجیب وغریب واقعات نظر آنے لگے یعنی کسی کا سر کٹا ہوا تھا اور بعض کے چہرے مجروح تھے اور وہ بامر مجبوری اپنے آپ کو دیواروں سے گرا رہے تھے- یہ تو بہت خفیف سی مصیبت تھی-

آزادی اور دیگر حقوق کا علمبردار:-

اسلام دین فطرت ہے اور ہر معاملہ میں فطرت کی روح کو برقرار رکھتا ہے- تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی امت ایسی نہیں گزری ہے- جو اپنے عہد و پیمان، عدل وانصاف، رحم وکرم اخلاق اور لوگوں کے آپس کے معاملات کو طے کرنے میں اسلام سے بہتر ہو- اس بہتری کی وجہ یہ ہے کہ ان حقوق کا بنیادی مصدر دین اسلام ہے جس کو رسول کریم ﷺ لائے تھے- آپؐ پوری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، جس کی ذمہ داری لوگوں کو ظلم اور جہل کی تاریکیوں سے نکال کر نور مبین صراط مستقیم پر گامزن کرانا تھا- ان کے حقوق کی ضمانت فراہم کرنا، لوگوں کو امن واطمینان کی زندگی گزارنے، بھائی چارگی اور ان کی ہر مصلحت کی حفاظت کرنا اسلام کی بنیادی ذمہ داری ہے-

اللہ تعالی نے پوری کائنات کو انسان کے لئے مسخر کیا ہے- اسی لئے اسلام میں انسانوں کے حقوق کے ساتھ ساتھ ان کی ضروریات پوری کرنے والی اشیاء کے حقوق کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے اور ہر ذی روح کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے-

انسان تو انسان، اسلام میں جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے- آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ کسی بھی کام میں عدل وانصاف کو ہاتھ سے مت جانے دو- جانوروں کو

ذبح کرنے کی ہدایت میں آپؐ نے حکم دیا ہے کہ جانوروں کو بھی اچھے طریقے سے ذبح کیا کرو- تاکہ جانوروں کو زیادہ تکلیف نہ پہنچے-

حضرت عمرؓ نے کسی آدمی کو جانور ذبح کرتے ہوئے دیکھا کہ اس کی چھری تیز نہیں تھی، جس کی وجہ سے مذبوح جانور کو تکلیف ہوئی- آپؓ نے ذبح کرنے والے کو درہ لگایا اور فرمایا کہ ذبح کرنے سے پہلے چھری تیز کرنی چاہیے تھی- آپ ﷺ نے جانوروں کی نسل کشی کو حرام قرار دیا ہے-

آپؐ نے فرمایا: (**لولا ان الکلاب امة من الامم لامر بقتلها**) اگر کتے ایک امت نہ ہوتی تو میں ان کے قتل کرنے کا حکم صادر کرتا- اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتوں کی نسل کشی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ انسانوں کی نسل کشی کو جائز قرار دیا جائے-

حضرت عمر فاروقؓ نے یہاں تک فرمایا ہے (**لومات کلب علی شاطی الفرات جوعا لکان عمر مسؤلا عنه یوم القیامة**) اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن عمرؓ سے پوچھا جائے گا-

انسان وہی ہے جو دوسرے انسانوں کے ساتھ الفت ومحبت اور ہمدردی رکھتا ہو- انسان کے اس فطری جذبے کو برقرار رکھنے کے لئے دنیا میں مختلف اقوام، مذہب اور نظریے برسرپیکار ہیں اور ہر ایک دعوی کرتا ہے کہ ہم انسانیت کی خدمت اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل ہیں- کوئی جمہوریت کے نام پر اور کوئی اشتراکیت کے نام پر- اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی اصلی روح مردہ ہو چکی ہے- چند رسوم اور من گھڑت اختراعات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا- یا ان میں رنگ ونسل کا اتنا لحاظ ہے کہ اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو جینے کا حق بھی نہیں دیتے- اب ان لوگوں نے مذہب کو سیاست سے الگ کر کے جمہوریت اور اشتراکیت کی بنیاد پر انسانیت کی خدمت کا ڈھونگ رچایا ہے- اور اہل مذہب خصوصاً اسلام کو جس میں سیاست لازم وملزوم کی حیثیت رکھتی ہے، تنگ نظری اور سخت گیری کے طعنے دیتے ہیں- اور انسانیت کی خدمت وترقی میں مذہب کو رکاوٹ سمجھتے ہیں- حالانکہ جمہوریت اور آزادی کے علمبرداروں کے کرتوت اور اعمال وافعال دنیا کے سامنے ہیں-

کہ کس طرح وہ آزادی کے متوالوں سے نمٹتے ہیں۔

روس تو دنیائے انسانیت پر بے پناہ مظالم ڈھانے کے نتیجے میں مختلف حصوں میں بٹ
چکا- امریکہ اور اس کے اتحادی نہ صرف خلیج عرب بلکہ پوری دنیا میں انسانوں کو مادی قوت
سے محکوم بنائے ہوئے ہیں اور جہاں سے بھی آزادی کی آواز اٹھتی ہے وہ نہ صرف اس کو
دباتے ہیں بلکہ پوری طرح اس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں- آزادی انسانی کی آڑ میں یہ
قوتیں بڑے بڑے ادارے اور ایجنسیاں قائم کرلی ہیں- اور کسی بھی ملک کے مظلوم اور آزادی
پسندوں کی تحریک کو ناکام بنانے کے لئے مالی اور فوجی امداد کے ساتھ ساتھ خوشنما مشوروں سے
ماہرین بھی بھیجتی ہیں- لیکن جب ان کی آزادی کا وقت قریب ہوتا ہے تو اپنی فریب کاریوں سے
آزادی سلب کرنے کے لئے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے آزادی کے متوالوں میں افتراق وانتشار
کرتی ہیں تاکہ لڑاؤ اور حکومت کرو کی دیرینہ پالیسی قائم و دائم رہے اور جب چاہیں جو
چاہیں ہٹے چاہیں، آزادی کے علمبرداروں کو قربانی کا بکرا بنائیں- اس لئے کہ ان ممالک میں ان
تجارتی منڈیاں قائم رہیں- ان کا خام مال ان کے قبضے میں رہے- ان کے ارباب اقتدار ان
کے مبادی بنے رہیں تاکہ ان ممالک میں ان کے فوجی، سیاسی، معاشی، ثقافتی اور تمدنی اڈے قائم رہیں اور
جھکتا کمائیں اپنے لئے نہیں بلکہ ان سامراجیوں کے پیٹ اور ان کی عیاشی و عیاری کا ذریعہ بنیں
ترقی پذیر ممالک کی داخلہ اور خارجہ پالیسی میں سامراجیت کا رنگ موجود ہو- بصورت دیگر اختلاف
تو ان کا معمول ہے کہ وہ ان کے خلاف ہر قسم کی پابندیاں لگائیں اور اگر کوئی ان کے مظالم اور نسل
کے خلاف آواز اٹھائے تو پھر حقوق انسان کے حق استرداد (ویٹو) کو استعمال کرتے ہیں

یہ ہے آج کی مذہب اور تہذیب کے اعلیٰ درجے پر فائز حقوق اور آزادی انسانی کے
علمبرداروں کا انسانوں کے ساتھ رویہ اور معاملہ- آئیے دیکھتے ہیں کہ اسلام کے آفاقی اور ہمہ گیر
نظام کو کہ اس میں کس قدر انسان کی قدر و منزلت ہے اور یہ انسان کی ترقی، آزادی اور شادمانی کے
اچھے مقاصد کو کیا تعلیم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کا خالق اور مالک ہے- اس لئے اللہ تعالیٰ کے قوانین ہی حقوق
انسانی کا بہترین مصدر ہو سکتے ہیں- اگر ایک انسان کوئی قانون بناتا ہے تو ہمیشہ کے لئے اس میں
خامی ہی رہے گی- یہ اس لئے کہ انسانوں کے مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں- لہٰذا ایک
انسان کا وضع کردہ قانون دوسرے انسان کے مزاج سے متصادم ہوگا- وہ اس کو توڑنے کی کوشش کرے
گا- اگر قانون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس میں کسی قسم کے نقص اور خامی کی گنجائش نہ ہوگی اور ہر
انسان اس کو بخوشی قبول کرے گا-

قلبی سکون

استغفار سے جہاں باہر بارش ہوگی وہیں قلب
پر سکون کی بارش ہوگی۔ آپ تجربہ کر لیجئے کہ
خدا کے آگے گڑگڑانے اور استغفار کرنے کا
سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ دل کو سکون
ملتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with CamScanner

نام کتاب: مرددرویش

تبصرہ نگار: مفتی ذاکر حسن نعمانی

مصنف: ڈاکٹر حاجی فدا محمد دامت برکاتہم

خلیفہ ارشد مولانا اشرف خان سلیمانی

ناشر: ادارہ اشرفیہ عزیزیہ

قیمت؛ ۱۵۰ روپیہ

اللہ والوں کے حالات واقعات اور قصص اللہ تعالی کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہوتا ہے۔ ان کے حالات وقصص پڑھنے سے حق مذہب پر ثابت قدمی کے ساتھ ساتھ مزید جذبہ عمل پیدا ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالی کی طرف سے ایک تائیدی لشکر ہوتا ہے۔ اسی لئے بڑے بڑے علماء عاملین کی مکمل سوانح حیات قلم بند کرنے کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہتا ہے۔

ان علماء عاملین اور اولیاء اللہ کے سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی حضرت مولانا اشرف سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ احقر کو ان کا قرب نصیب نہیں ہوا، لیکن پشاور کے تبلیغی مرکز میں ان کے بہت بیانات سنے ہیں۔ ان بیانات میں للہیت کے علاوہ علمی شان کی زبردست جھلک ہوتی تھی۔ تبلیغی مرکز میں جب پہلی مرتبہ لفظ اللہ کی اونچی آواز سنی تو حیرانگی کے ساتھ جاننا چاہا کہ کس اللہ والے کی آواز ہے۔ دیکھا تو حضرت موصوفؒ تھے۔ ان کے بارے میں جب معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ ہیں۔ دعوت تبلیغ کے کام میں بہت آگے ہیں۔ راہ سلوک کے بھی شاہسوار ہیں۔ پشاور یونیورسٹی میں تبلیغ اور تصوف کو انہوں نے پروان چڑھایا ہے۔ جدید اور عصری علوم کے تعلیم یافتہ طبقہ میں آپ نے جتنا رشد وہدایت وتصوف کا کام کیا ہے۔ اس کی مثال پشاور میں نہیں ملتی۔ آپ کے اجل خلیفہ ارشد ڈاکٹر حاجی فدا محمد دامت برکاتہم نے آپ کی زندگی پر مرد درویش کے نام سے یہ کتاب لکھی ہے۔ جس میں آپ کی خاندانی، سیاسی، علمی، عملی، اصلاحی اور خدماتی زندگی محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب میں تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ بعض اختلافات کا تذکرہ بھی ہے۔ آپس کے اختلافات کوئی نئی بات نہیں۔ اخلاص کے ہوتے ہوئے اجتہادی امور میں اختلاف بڑی بات نہیں۔ قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ ان اختلافات کو پڑھ کر فیصلہ کرنے کی الجھن میں نہ پڑھیں۔ نہ کسی طرف سے بدظن ہوں۔ کتاب کے آخر میں کافی صفحات پر حضرت موصوفؒ کی بڑی مفید علمی واصلاحی تقریریں ہیں۔ بہرحال مجموعی لحاظ سے ایک قاری کے اندر جذبہ علم وعمل پیدا کرنے کے لئے کتاب بڑی مفید ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ کتاب کو شرف قبولیت نصیب فرما کر مصنف کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

(۲)

کتاب کا نام: بزم منور جلد ششم

افادات: حضرت مولانا منور حسین سواتی

ترتیب: حافظ محمد قاسم

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

تبصرہ نگار: حافظ احسان الرحمن عثمانی

کرہ ارض پر انسان ہی وہ معزز نوع ہے جسے حق تعالی نے اظہار مافی الضمیر کے بہترین طریقے سکھائے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بدقسمت انسان اسی عطاء کردہ نعمت کو رب کائنات کے

Scanned with CamScanner

مقدس دین کے خلاف بھی استعمال کرتے ہیں۔ عالم کائنات کے حالات پر غور وفکر کرنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ نفوس انسانی کے اخلاق وتربیت کی اصلاح وتکمیل کی جائے جس کے لئے سب سے پہلے اخلاق عالیہ کا تعین کرنے کے بعد ان کا عملی رواج ہے اور اس مقصد کے حصول کا عام طریقہ وعظ پند ہے۔ بالفاظ دیگر قوت تقریر کا ملکہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو انقلاب کردار لب اور قلب کی باہمی ملاپ سے نکلے ہوئے موتیوں میں ہے، وہ دوسرے ذرائع ابلاغ میں نسبتاً اس کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔

زیر نظر کتاب بزم منور جو کہ چھ جلدوں میں ایک قیمتی کاوش وقت کے مایہ ناز عالم دین حضرت مولانا منور حسین سواتی مدظلہ کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ جس کو حافظ محمد قاسم نے ترتیب کی لڑی میں پرویا ہے۔ تقاریر کے انداز وبیان میں سیرت کے پہلو کا غلبہ ہے کہ طاعت الٰہی کا جذبہ کیسے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت پر سرشار تھا۔

اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ومناقب کا اظہار مختلف موضوعات پر انتہائی خوش اسلوبی اور عام فہم انداز میں کیا گیا ہے تاکہ عوام وخواص کے لئے یکجا استفادے کے طور پر نافع ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کیلئے اس کو رشد وہدایت کا وسیلہ بنائے۔

(۳)

کتاب کا نام: احکام القرآن

تصنیف: حضرت اقدس مولانا محمد ایوب الہاشمی قدس سرہ

ضخامت: ۲۰۵ صفحات

ناشر: دارالعلوم عربیہ سراج العلوم دہمتوڑ ایبٹ آباد

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید فرقان حمید سے عقیدت واحترام اور قدر ومنزلت سے وابستگی محتاج تعارف نہیں۔ اس کی جامعیت اور کاملیت کا تو یہ عالم ہے کہ یہ مبارک صحیفہ

چودہ سو سال سے تاحال ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اس عرصہ میں انسانی ذہن وفکر کے زمین وآسماں بدل گئے۔ نظریات وخیالات میں کیسے کیسے انقلاب آئے۔ معاشرہ میں کتنی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مگر ہر دور میں سلیم الطبع اور منصف مزاج انسانوں کو اپنی قلبی تسکین کے لئے اگر کوئی نسخہ کیمیا ملا تو وہ یہی قرآن ہے۔

یہ نہ صرف اخلاقی ومذہبی فلاح وبہبود کا ضامن ہے بلکہ تمام دینی دنیوی سرگرمیوں کا مرکز اور ان کے تمام علوم ہدایت کا اصلی سرچشمہ ہے۔ اور آب حیات ہے۔ اسی قرآنی تعلیم کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے علمائے اسلام نے قرآن کریم کے درس وتدریس، معانی ومطالب اور اس کی توضیح وتشریح میں عمریں صرف کردیں۔ اور آج عربی، فارسی، اردو اور دیگر زبانوں میں تفاسیر قرآن کی جو بیش بہا مجموعے موجود ہیں وہ ان کی ان مساعی جمیلہ کی شاہد ہیں۔ جس سے بخوبی یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کرہ ارض پر اگر کوئی مخدوم کتاب ہے۔ تو وہ کلام اللہ کے ماسوا کوئی نہیں ہوسکتا۔

اسی سلسلہ اطہر میں زیر نظر کتاب (احکام القرآن) جو کہ فقیہ العصر قطب الوقت شیخ التفسیر عارف باللہ حضرت مولانا محمد ایوب الہاشمی قدس سرہ العزیز کے علم التفسیر سے متعلق اہم قواعد وضوابط کا بیش بہا خزینہ ہے۔ موصوف نے طالبین علم التفسیر کے لئے الگ مقدمہ کے طور پر چند اہم مباحث کا مستند مفسرین کے حوالہ سے تذکرہ کیا ہے۔ جس کے جاننے کے بغیر اس فن میں ترقی ایک دشوار مسئلہ ہے۔ اردو زبان میں یقیناً اصول تفسیر پر ایک مختصر مگر جامع ترین انمول تحفہ ہے۔ جس سے بیک وقت علمی طبقہ علم تفسیر سے روشناس ہوسکتا ہے۔ حق تعالی مقبولیت عامہ سے نوازے۔

(۴)

نام کتاب: فلسفہ سیرت خاتم الانبیاء فی ضوء القرآن واحادیث المصطفی

مصنف: سید تصدق بخاری

ضخامت: ۶۴۰ صفحات

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

Scanned with CamScanner

امام الانبیاء فخر موجودات سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا امتی ہونے کی حیثیت
مسلمان کے لئے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے ہوتے ہوئے آپ کی سیرت وصورت
ایک امر لابدی ہے۔ کیونکہ مومن اپنے وجود ایمانی میں سراسر سیرت پیغمبر کا محتاج ہے۔ عیاذاً با
سیرت پیغمبر سے قطع نظر کرلی جائے۔ تو ایک لحہ کے ئے بھی مومن کا وجود باقی نہیں رہ سکتا اور یہی
خداوندی کا عکس جمیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **النبی اولی بالمومنین من انفسھم**
ہوا کہ مومن کا وجود ایمانی آفتاب نبوت کا ایک معمولی سا عکس اور پرتو ہے۔ جس کا تقاضا یہی ہے
آفتاب کے تلے اپنی نجات کے فیصلے متصور کریں۔ لہذا ضروری ہوا کہ مومن اپنے اور اپنے ا
جاننے سے پہلے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو جان لے تاکہ اسی راستے پر چلے اور دو
بھی اس پر چلنے کی دعوت دے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ امت مسلمہ کے لئے ایک عظیم خوش بختی
اس کے قائد ورہنما کا شبانہ روز زندگی علم حدیث کے حوالہ سے اور عام محاورات میں سیرت کے
سے محفوظ ہے۔ جس کا اعتراف اغیار کے ہاں بھی ہے۔ اسی سلسلے میں زیر نظر کتاب فلسفہ سیرت
الانبیاء کے نام سے ہمارے برادر محترم سید تصدق بخاری نے ایک حسین گلدستہ تیار کررکھا ہے
میں آپ ؐ صرف بحیثیت نبی نہیں بلکہ بحیثیت مربی ومرشد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ؐ کی زندگی
گوشے گوشے کا خصوصی تذکرہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سیرت النبی علی صاحبہا الف الف تحیۃ
رواں دواں جاری چشمے کی مانند ہے۔ جو کہ اپنے واردین کو جود وسخا ہی کا طریقہ سکھاتا ہے۔ ا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا حال ہے۔ جس کا ایک ایک موتی اپنے اندر ایک دنیا سمویا ہوا
بہرحال کتاب ہذا موضوع کی مناسبت سے کافی اہم مواد کا ذخیرہ ہے۔ حق تعالیٰ مولف کے لئے
خدمت آقائے نامدار کی شفاعت عظمیٰ کا ذریعہ ثابت کریں۔

ایں دعا از من راز جہاں آمین باد

نفع بخش کاروبار کے سنہری مواقع

اگر آپ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو نفع بخش کاروبار میں لگانا چاہتے ہیں اور بحیثیت عقلمند مسلمان یقیناً چاہتے ہوں گے تو اپنی حلال آمدنی میں اپنی توفیق کے مطابق معقول حصہ نکال کر گلشن نبوت کی آب یاری اور مہمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کا تکفل اپنی عزت سمجھیں۔ اس سلسلہ میں آپ کسی دینی ادارہ کے ایک نادار طالب علم کے سالانہ اخراجات کا بوجھ اٹھائیں۔ یا کسی دینی ادارہ سے وابستگی کو اپنا مقصد قرار دیں۔

جامعہ عثمانیہ پشاور کی نیو کیمپس ﴿واقع چراٹ روڈ﴾ حلقہ جلوزئی نزد پبی میں دو ہزار مستقل رہائش رکھنے والے طلباء کے لئے درسگاہ، دارالاقامہ، کتاب خانہ، ڈسپنسری، کمپیوٹر لیب، غرضیکہ جدید وقدیم علوم کے لئے مکمل وسائل کی فراہمی میں بھرپور کریں۔ جس کا تخمینی خرچ **بیس کروڑ** کے لگ بھگ ہے۔ سردست **دو کروڑ** سے زائد لاگت کا منصوبہ ﴿**جامعہ مسجد عبداللہ بن مسعود** رضؓ﴾ پر کام شروع ہے۔ تہہ خانہ کی تکمیل آخری مراحل میں ہے۔ جس کے لئے آپ سیمنٹ، سریا، اینٹ، دوسری تعمیری اشیاء جنس یا نقد کی صورت میں دیکر دنیا کی دولت کو آخرت کی کرنسی میں تبدیل کرسکتے ہیں۔ جو کہ **یقیناً** آپ کو آنکھیں بند کرنے کے بعد عالم برزخ سے لیکر عالم آخرت تک قدم بقدم کام آئے گا۔ بلکہ دنیا ہی میں بھی اس کار خیر میں تعاون کے اجر سے مستفید ہوسکتے ہیں

شعبہ مالیات جامعہ عثمانیہ پشاور

فیہا کتب قیمۃ

وسعت دامنی سے نجات دلا کر تنگ دامنی میں تعاون کیجئے۔

بنام

☆ اللہ تعالی کی وحدانیت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دم بھرنے والے۔

☆ دردِ دین کا جذبہ رکھ کر مستقبل کے لئے فکر کرنے والے۔

☆ دینی طلبہ وطالبات کو عصری علوم سے روشناس کرانے کی دانشمندی اور فکر مندی کے جذبہ سے سرشار

☆ خود یا زیر اثر حلقہ میں خدمت دین کا جذبہ رکھنے والے مسلمان خواتین وحضرات!

کیا تمہیں معلوم ہے؟ کہ میرا دامن چالیس ہزار کی دینی وعلمی کتابوں کا ذخیرہ محفوظ رکھنے کی وسعت کے باوجود صرف آٹھ ہزار کتابوں کی قلیل مقدار پر اکتفا کیا ہوا ہے۔ چند ٹکیوں پر قناعت اگر تجھے ہرگز گوارا نہیں تو مجھے علمی وسائل کے تکفل کے باوجود کیسے گوارا ہوگی؟

کیا تم اپنی آخرت سنوارنے، والدین یا کسی دوسرے مرحوم عزیز سے خیر خواہی کا جذبہ اپنا کر نامہ اعمال میں نہ ختم ہونے والا اکاؤنٹ کھولنے کی خواہش رکھتے ہو؟

تو آج ہی جامعہ عثمانیہ کے **کتب خانہ** کے لئے دینی کتابیں خرید کر وقف کریں یا کتب کی خریداری کے فنڈ میں معقول حصہ ڈال کر علم وعرفان کے اس حسین گلدستہ میں چند پھول سجا کر رکھیں۔ خدا کرے کہ آپ کی ایک ادنی توجہ سے میری وسعت دامنی کی شکایت دور ہو۔

مکتبہ جامعہ عثمانیہ پشاور

توابل الادم

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سر ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دا[illegible]ی، جلوتری، الائچی کلاں، اچھورہ، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاؤڈر

تیار کردہ: حاجی مقبول الرحمن، شاقیاز خان

گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

Scanned with CamScanner

P-402 Monthly **AL-ASR** Peshawar.

جامعہ عثمانیہ پشاور

amia USMANIA Peshawar

منافع بخش کاروبار میں شرکت کی دعوت!

یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم (الصف

اے ایمان والو۔ میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب

کیا آپ چاہتے ہیں؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یقیناً چاہتے ہوں گے کہ آپ
آمدنی دنیا و آخرت میں آپ کی بھلائی کا ذریعہ بنے تو اللہ تعالی کی رضامندی کا پرخلو
اپناتے ہوئے قرب و جوار میں غرباء، فقراء، یتیم بچوں کا [illegible] اور دین کے کامو
مدارس عربیہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا مال دین سیکھنے والوں پر خرچ کریں۔

اس سلسلہ میں **جامعہ عثمانیہ پشاور** کو نہ بھولیں جس کے تعلیمی سال نمبر
(۲۵-۱۴۲۴ھ) کا سالانہ تخمینی بجٹ **50,75,003** (پچاس لاکھ پچھتر ہزار تی
روپے)۔ جس میں تین لاکھ روپے کتب و تفسیر کی خریداری اور تقریباً **15,95,196** رو
تعمیرات کے لئے ہیں۔ آپ کی زکوۃ وعطیات اور چرم قربانی کا بہترین مصرف
جامعہ عثمانیہ پشاور کو ہمیشہ کے لئے توجہات کی فہرست میں رکھیں۔

اکاؤنٹ نمبر 716-0
یونائیٹڈ بنک سنہری مسجد روڈ
پشاور صدر

فارن کرنسی اکاؤنٹ 60035-3
حبیب بنک ارباب روڈ پشاور صدر
صوبہ سرحد پاکستان

آپ کا خیر اندیش
مفتی غلام الرحمن

Scanned with CamScanner